نبیلہ ابرراجہ

دل ہوا سمندر

ناولٹ

دروازہ کھول کر اس نے جونہی باہر قدم رکھا تو مارے سردی کے کپکپا کر رہ گئی۔ اوائل نومبر کے دن تھے اور مسلسل ہونے والی بارشوں نے موسم کی شدت کو بڑھا دیا تھا، پر جواد انکل کے گھر جانا بھی تو ضروری تھا۔ اپنے ہلکے سے کاٹن کے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے ایک لمحے کے لیے اس کا جی چاہا کہ سویٹر پہن لے مگر اپنے متناسب دلکش سانچے میں ڈھلے وجود پہ نظر دوڑاتے ہوئے اس نے جی کو آخر کار بہلا ہی لیا۔ سویٹر پہننے سے اس کی ساری خوبصورتی اور رعنائی چھپ جاتی اور وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ شاید وہ دشمن جاں اسے نظر بھر کر دیکھ ہی لیتا اور اس کی ساری وصول ہو جاتی۔ امپورٹڈ شیمپو سے دھلے ہوئے شانوں پہ بکھرے ہوئے تھے مناسب میک اپ اس کے تیکھے نقوش مزید اجاگر ہو گئے تھے۔ نازک جوتی میں مقید گلابی پاؤں تیز تیز قدم اٹھاتے بے چین سے تھے۔

گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی بجری کی روش کراس کرتے ہوئے سب سے پہلے گل سے اس کا سامنا ہوا۔ مشعل کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں جگمگا اٹھیں وہ بے اختیار اس کے گلے لگ گئی۔

"میرا دل کہہ رہا تھا، آج تم ضرور آؤ گی۔"

"اتنی مضبوط گواہی کی کوئی وجہ؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس ایسے ہی، وجہ تو کوئی نہیں ہے۔" گل نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

لونگ روم سے ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے ایک ثانیے کے لیے اس کا دل رک سا گیا اور اس نے اپنی اس کیفیت پہ خود کو ملامت بھی کیا۔

"ایک سے ایک لڑکا میری فیملی میں بھرا ہے۔ ہینڈسم، اسمارٹ اور گڈلکنگ۔ اب یہ ایسا بھی یوسف ثانی نہیں ہے، عام سا تو ہے۔" اس نے توجیہات سے خود کو بہلا ہی لیا۔

معاذ فون پہ کسی سے گفتگو میں مصروف تھا۔ اس نے مشعل کی آمد کا خاص نوٹس نہیں لیا۔ گل

باتیں کرتے ہوئے میشل کی سماعتیں معاذ کی آمد کی منتظر تھیں۔

"گل! کل میری برتھ ڈے ہے۔ تم سب ضرور آنا۔" اس نے کارڈ بیگ سے نکال کر سامنے ٹیبل پہ رکھا تو گل نے اس کی طرف معذرتی نگاہ سے دیکھا۔

"تم نئی نئی یہاں آئی ہو۔ میرا مطلب ہے ہماری فیملی کے بارے میں تم کچھ زیادہ نہیں جانتیں ہو۔ ہمارے یہاں ایسے فنکشن کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔"

میشل نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گئی۔

"تم برا مت ماننا۔ میں چاہتے ہوئے بھی تمہاری سالگرہ میں نہیں آسکوں گی۔ ہاں گفٹ ادھار ہے مجھ پر۔" گل نے اس کے مایوس چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ سوچ کر لفظوں کا انتخاب کیا۔

"مجھے گفٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' البتہ اگر تم سب آجاتے تو۔۔۔" اس کے لہجے سے دبا دبا غصہ جھانک رہا تھا پھر گل کے روکنے کے باوجود وہ ہینڈ بیگ اٹھا کر تیز تیز قدموں سے باہر نکل آئی۔ بجری کی روش عبور کرتے ہوئے اپنی جھونک میں وہ معاذ سے ٹکراکر گرتے گرتے بچی۔

نہ جانے کیوں میشل کو رونا سا آنے لگا۔ معاذ سمجھ میں نہ آنے والے انداز میں کندھے اچکا کر اپنی گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔

"بداخلاق' بدتمیز' اِل مینرڈ۔" وہ بڑبڑائی اور نیچے گرا ہینڈ بیگ اٹھایا۔ اس نے گاڑی گیٹ کے پاس پارک کی تھی۔ معاذ کی گاڑی زن سے اس کے پاس سے گزری تو مارے غیض و غضب کے اس کا گلابی رنگ سرخ ہو گیا۔ گھر پہنچتے ہی اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا اور ڈیک فل والیوم میں لگا کر کمرے میں چکر کاٹتے ہوئے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

خاور نے دروازہ دھکیل کر اندر نگاہ دوڑائی اور خود بھی اندر آگیا۔ میشل بیڈ پہ تکیہ گود میں رکھے حزن و ملال کی تصویر بنی بیٹھی تھی۔

ڈیک پہ عربی میوزک میں "ناری ناری" بج رہا تھا۔ اتنا شوخ گانا اور میشل کی یہ افسردگی خاور سے ہضم نہ ہو پائی۔ اس نے ڈیک کا بٹن آف کیا مگر میشل اسی پوزیشن میں بیٹھی رہی۔ خاور پریشان سا ہو گیا۔ جانے کیا بات تھی جو وہ اتنی چپ چپ تھی۔

وہ جوان چاروں بھائیوں کی لاڈلی اور اکلوتی تھی۔ خاور سے تو وہ پورے نو برس چھوٹی تھی۔ اس وقت دنیا میں آئی تھی جب ریاض قریشی اور ثومیہ بیگم بالکل مایوس ہو چکے تھے۔ چار بیٹوں کے بعد بیٹی کی شدید خواہش ان دونوں کے دل میں تھی۔ غیر متوقع طور پہ جب یہ آرزو پوری ہوئی تو مارے خوشی کے ان کے پاؤں زمین پہ ٹک ہی نہیں رہے تھے پھر بھائیوں نے بھی اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان سے ضدیں منواتے' لاڈ اٹھاتے اور لڑتے جھگڑتے وہ بڑی ہوگئی۔ چار بھائیوں سے زیادہ محبت اور توجہ اس کے حصے میں آئی تھی۔ اس کی ذرا سی تکلیف پہ وہ تڑپ جاتے اور اپنی اس قدر اہمیت پہ وہ خوشی سے پھولے نہ سماتی۔

"میشل جانو! کیا ہوا ہے۔ کسی نے کچھ کہہ دیا ہے؟" اس نے بڑی محبت سے میشل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تمام تر نرمی اپنے لہجے میں سموتے ہوئے پوچھا۔

"بھائی! وہ گل اور اس کے گھر والے میری برتھ ڈے پہ نہیں آرہے ہیں۔ میں کارڈ دینے گئی تھی مگر وہ۔۔۔" مارے غصے کے اس سے جملہ ہی مکمل نہیں ہوا۔

"گل کا بھائی انتہائی بداخلاق ہے۔ روڈ اور اِل مینرڈ۔ میں انکل جواد سے شکایت کروں گی۔" اس نے تکیہ اٹھا کر دور پھینک دیا۔

"نہیں نہیں' تمہیں معاذ کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ تو ایسا نہیں ہے۔" خاور نے ڈرتے ڈرتے کہا تو میشل نے غصیلی نگاہ سے اسے دیکھا۔ خاور کو اسے نارمل موڈ میں واپس لانے کے لیے آدھا گھنٹہ لگا۔ مزید فرمائش اس کے علاوہ تھی۔

"اب چلو جلدی سے تیار ہو جاؤ' تمہیں اچھی سی

نبیلہ ابر راجہ

نبیلہ کو لکھتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن مختصری مدت میں اس نے اپنی پہچان اور شناخت بنالی ہے۔ نبیلہ کی تحریروں میں کرداروں کے ظاہری خدوخال کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ایک غیر معمولی حسین لڑکی' نہایت ڈیشنگ وجیہہ دولت مند لڑکا۔۔۔ ان کا ملن اور پھر وہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

نبیلہ کی تحریروں کی نمایاں خصوصیت شگفتگی اور مزاح کا عنصر ہے۔ وہ عام سے موضوع کو بھی اپنے انداز بیاں سے دلچسپ بنادیتی ہے۔

اس کی تحریروں سے جو شخصیت ابھرتی ہے' وہ بہت بے ریا' سادہ اور معصوم لڑکی کی ہے' جس کی اپنی ایک دنیا ہے۔ جو تلخ حقائق سے نظر چرا کر زندگی کی خوبصورتیوں سے پیار کرنا چاہتی ہے اور جس کے لیے محبت ہی سب کچھ ہے۔

اس پر آشوب دور میں نبیلہ کی تحریریں قاری کے ذہن پر ایک خوشگوار تاثر مرتب کرتی ہیں۔

لنچ کراؤں گا۔ میں چینج کر کے آرہا ہوں۔" خاور نے اس کے بال ہاتھ سے سنوارتے ہوئے آفر کی تو وہ خوش ہو گئی۔ گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے میشل نے معاذ کے بارے میں چند اور شکایتیں کیں تو اس کی تائید میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہوں ہاں کرتا رہا۔

نہایت غیر متوقع طور پہ ریسٹورنٹ میں معاذ سے ملاقات ہو گئی۔ خاور نے بڑی گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا تو میشل ناگوار نگاہوں سے بھائی کی طرف دیکھنے لگی۔

"دیکھو معاذ! ہمارے ساتھ ہی لنچ کرو۔" اس نے بڑے خلوص سے دعوت دی تو معاذ نے شائستگی کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔ "میں اپنے دوست کے ساتھ آیا ہوں۔"

"دوست کو بھی یہاں لے آؤ۔"

"یہ کچھ مناسب نہیں لگتا ہے۔" اس نے سہولت سے انکار کر دیا تو میشل کو خاور پہ بہت غصہ آیا۔

"یہ آپ کیوں اس کی اتنی منتیں کر رہے تھے' جب وہ لفٹ نہیں کروا رہا؟"

"تم غلط سمجھ رہی ہو' وہ منتیں نہیں کروا رہا بلکہ صرف تمہاری وجہ سے انکار کر رہا ہے۔"

"میری وجہ سے۔"

"کمال ہے' تمہیں ابھی تک پتا نہیں چلا۔ بھئی! معاذ کے خاندان کی عورتیں پردہ کرتی ہیں اور معاذ عورت کی بہت عزت کرتا ہے۔"

"بھائی! یہ سب اتنے تعلیم یافتہ ہیں۔ میرا مطلب ہے معاذ کے ابو' امی اور بہنیں اچھے عہدے پہ ہیں' جواد انکل بھی پھر بھی ان کی یہ دقیانوسیت میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"دقیانوسیت سے مراد شاید معاذ کے خاندان کی عورتوں کا پردہ ہے؟" خاور نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اپنا اپنا لائف اسٹائل ہے۔ بہر حال میں معاذ کی والدہ اور اس کی بہنوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔" خاور نے بات ختم کر دی اور میشل کی طرف دیکھا جو بے دلی سے اٹالین پڈنگ کھا رہی تھی۔ صاف لگ رہا تھا کھانے پر اس کی بالکل توجہ نہیں ہے۔

خاور بل ادا کر کے باہر نکلا تو معاذ اپنے دوست کو خدا حافظ کہہ رہا تھا۔ خاور رک گیا تو میشل اس کے پاس سے گزر کر اپنی گاڑی کے قریب جا کر کھڑی

ہو گئی۔ خاور پندرہ منٹ کے بعد اس کے پاس آیا تو میشل نے بھائی کو دیکھتے ہوئے خاصی زوردار آواز میں دروازہ کھولا اور دھپ سے اندر بیٹھ گئی۔ اسے ایک بار پھر رونا آ گیا۔ آج صرف معاذ کی وجہ سے وہ دو مرتبہ رونے پہ مجبور ہوئی۔

"الّو، جاہل کہیں کا۔" اس نے دل میں معاذ کو گالیوں سے نوازا اور توجہ باہر دوڑتے بھاگتے مناظر پہ مرکوز کر دی۔

* * *

گل کی طرف سے میلاد کا بلاوا آیا تھا۔ مما نے جانے سے معذوری ظاہر کر دی وہ اپنی دوست کی بیٹی کی شادی میں مدعو تھیں۔ دونوں بھابھیاں میکے میں تھیں۔ باقی میشل اور فری رہ گئی تھیں۔ سو ان دونوں نے محفل میلاد میں جانے کی ہامی بھر لی۔ خاص طور پر میشل تو اس بلاوے سے بہت خوش تھی کیونکہ گزشتہ ایک ہفتے سے اس نے خود سے عہد کر رکھا تھا کچھ بھی ہو جائے بغیر کسی وجہ کے گل کے گھر نہیں جانا۔ یہ سات دن بڑی ٹینشن میں گزرے تھے۔

"کہیں محبت کا کھڑاگ تو نہیں پال لیا۔" شازینہ نے گہری نگاہ سے میشل کو دیکھا تو اس نے برا سا منہ بنا لیا۔ وہ اس وقت شازینہ کے گھر میں اس کے بیڈ روم میں بے تکلفی سے نیم دراز تھی۔ شازینہ کے گہرے جائزے نے اسے ڈسٹرب سا کر دیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میں اور محبت دو متضاد چیزیں ہیں۔ مجھے تو معاذ کے رویے نے طیش دلایا ہے۔"

"ویل ڈن۔ یہ محبت وحبت سب بکواس ہے۔ بس زندگی انجوائے کرو۔ تمہاری طرف نہیں دیکھتا تو دیکھے گا۔ ڈونٹ وری۔ پر اسے سر پہ مت چڑھانا۔ اس قوم کو زیادہ منہ نہیں لگانا چاہیے۔ اسٹوپڈ اور کم ظرف۔" دونوں ہاتھ پہ ہاتھ مار کر مسکرائیں تو میشل کو اپنے دل سے بوجھ سرکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

مگر آج گل کی طرف سے میلاد کے بلاوے پہ وہی بوجھ از سر نو اسے دل پہ رکھا محسوس ہونے لگا۔ مایوسی کو دور جھٹک کر وہ تیار ہونے لگی۔ ہاف سلیوز کی کاسنی قمیص اور شلوار میں ملبوس اس نے دوپٹہ کسی شوپیس کی مانند مجبوراً "کندھے" پہ ڈالا تھا۔ ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ انتہائی قابل توجہ لگ رہی تھی۔ فری کے ساتھ جب وہ گل کے گھر پہنچی تو وہ اسی کے انتظار میں تھی۔ ان دونوں کے برعکس وہ انتہائی سادہ لباس میں تھی۔ گل کے ہاتھوں کی پوروں اور ناخنوں پہ لگی مہندی دیکھ کر میشل نے خواہ مخواہ اپنے کیوٹکس سے سجے ناخنوں کا جائزہ لیا۔

میلاد کے بعد مٹھائی اور چائے سے ان سب کی تواضع کی گئی۔ معاذ نے فری بھابھی کو دیکھا تو رسماً حال چال دریافت کرنے لگا۔ اس سے میشل نے اپنے تئیں اپنی سخت توہین محسوس کی۔ اس نے پاس بیٹھی میشل کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ چند سیکنڈ فری بھابھی کے پاس رکنے کے بعد وہ اپنی چچی کی طرف مڑ گیا تو میشل کی نگاہیں اس کے قدموں کے تعاقب میں بھاگنے لگیں۔

* * *

گل کے ماموں کے گھر ان کے سب سے چھوٹے بیٹے کا عقیقہ تھا۔ اس سلسلے میں وہ سب ماموں کے ہاں مدعو تھے۔ گل نے فون کر کے اسے بتایا۔

"مگر میں آج تمہاری طرف آنے کا سوچ رہی تھی۔"

"کل آ جانا، معاذ بھائی کی طبیعت بھی خراب ہے۔ میں نہیں جا رہی تھی مگر انہوں نے زبردستی جانے پہ مجبور کر دیا ہے۔ میں تین چار گھنٹوں میں لوٹ آؤں گی۔ یوں کرو، تم اگر کل نہ آؤ تو بے شک چھ بجے کے بعد آ جانا۔" گل کے لہجے میں بھائی کے لیے فکرمندی

...بت تھی۔

"...یا ہوا تمہارے بھائی کو؟" میشل نے بمشکل ...اندرونی اضطراب اور ہیجان پہ قابو پایا۔

"...کل سے بخار اور موسمی نزلہ ہے۔ رات کو جو ...ار بارش ہوئی اس وقت وہ اپنے دوست کے ساتھ ... واپسی پہ گاڑی خراب ہو گئی۔ گاڑی لاک کر کے ...پیدل ہی گھر واپس آئے۔ شاید اسی وجہ سے ٹمپریچر ...۔ ویسے تین چار دن پہلے سے ہی ان کی طبیعت ...ب تھی۔ یہ بارش تو بہانہ بنی ہے۔ امی تو مسلسل ...دوں قل سورۃ کوثر اور سورۃ یاسین پڑھ پڑھ کر ...ونک رہی ہیں۔ شاید نظر بد کا اثر ہو۔ یوں بستر پہ ...ے ہیں۔ میرا تو دل اتنا پریشان ہے کیا بتاؤں۔"

(اوہ گاڈ! یہ لوگ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں۔ اور بخار کو نظر بد کا اثر قرار دے رہے ہیں۔ بھلا ان موصوف کو کس کی نظر لگ سکتی ہے۔ ہرکولیس ہے پورا۔)

اس نے دلی محسوسات کو عیاں نہیں ہونے دیا اور گل سے دو چار ادھر ادھر کی باتیں کر کے فون بند کر دیا۔ اسے بے چینی سے دوپہر ہونے کا انتظار تھا، اس لیے اس کی بے قراری قابل دید تھی۔ دو بجنے میں ابھی آدھا گھنٹہ تھا، جب وہ مما کو گل کے گھر جانے کا کہہ کر نکلی۔ اس سلسلے میں آج اس نے خصوصی اہتمام کیا تھا۔ پوری طرح کیل کانٹوں سے لیس تھی۔

"تنہائی میں دیکھیں گے مسٹر معاذ تمہیں، شاید سب کے سامنے مجھ پہ نظر ڈالنے سے تمہیں اپنی چوری پکڑے جانے کا خوف ہوتا ہے۔" اس محاذ پہ پے در پے ناکامیوں نے اسے احساس توہین میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ بے حد ریش ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ دو بجے سے پہلے ہی وہ سفید گیٹ کے سامنے موجود تھی۔ گاڑی سے اتر کر اس نے کال بیل پہ انگلی رکھ دی۔ چند سیکنڈ بعد گیٹ کھل گیا۔ چوکیدار شریف قریب ہی تھا شاید۔ ویسے دن میں وہ یہاں نہیں ہوتا تھا۔ آج گھر والے خود اسے چھوڑ کر گئے تھے

"چھوٹی بی بی! گھر پہ تو کوئی نہیں ہے۔" وہ ادب سے بولا۔ وہ جانتا تھا کہ گل کی سہیلی ہے۔

"مجھے پتا ہے، میں تو معاذ کو دیکھنے آئی ہوں۔" اس نے دھڑلے سے جھوٹ بولا۔ چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ اس نے گاڑی باہر ہی کھڑی رہنے دی۔ معاذ کے کمرے کا راستہ اسے معلوم تھا۔ چند سیکنڈ دروازے پہ رک کر اس نے تیزی سے دھڑکتے دل پہ قابو پایا۔ ہاتھوں سے بال سنوار کر اور اپنے سراپے کا از سر نو جائزہ لے کر اس نے دھیرے سے اندرونی دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا جو ذرا سی حرکت سے چوپٹ کھل گیا۔ کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ وہ اندر آ گئی۔ معاذ حیرانی سے اٹھ بیٹھا۔ ویسے بھی وہ سویا ہوا نہیں تھا، صرف آنکھیں موندے لیٹا تھا۔

"السلام علیکم۔" اندر کمرے میں کھڑی میشل کو وہ بخوبی پہچان گیا۔ سچ مچ اسے حیرت کا جھٹکا لگا اور اس نے بستر سے اتر کر کھڑکیوں سے پردے سرکا دیے۔

"آپ اس وقت یہاں؟"

"کیوں، آپ پریشان ہو گئے ہیں۔؟" میشل نے بمشکل بہادری دکھائی، ورنہ اس کے سامنے آتے ہی جانے اس کی ساری بولڈنیس کہاں چلی جاتی تھی۔

"میں گل کے پاس کام سے آئی تھی۔ یہاں آ کر پتا چلا کہ وہ تو گھر پہ نہیں ہے۔ سوچا آپ کی خیریت ہی معلوم کر لوں۔" اس نے چہرے پہ زبردستی بشاشت لاتے ہوئے کہا تو معاذ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"مس میشل! گھر پہ کوئی نہیں۔ آپ کو گیٹ سے ہی واپس ہو جانا چاہیے تھا۔ خواہ مخواہ اندر آنے کی زحمت فرمائی۔"

"آپ تو ہیں نا۔" "اصولاً" اس عزت افزائی پہ اسے احساس ہو جانا چاہیے تھا مگر وہ دلکشی سے مسکراتی رہی۔ "میں تو آپ کو دیکھنے آئی تھی۔"

"اب آپ تشریف لے جائیں۔" اس لڑکی کی کم عقلی پہ معاذ کا دل چاہا کہ اس کے ہوش ٹھکانے لگا دے۔

"آپ پریشان کیوں ہو رہے ہیں' میں کھا تو نہیں جاؤں گی آپ کو۔" اپنے جملے کے نامناسب ہونے کا احساس اسے خاصی دیر سے ہوا۔

"مس میشل! نہ جانے کن خطوط پر آپ کی پرورش کی گئی ہے۔ میں تو حیران ہو رہا ہوں کہ آپ کس دھڑلے سے اندر چلی آئیں۔ کیا کبھی کسی نے آپ کو یہ نہیں جتایا کہ مرد کی تنہائی میں یوں بہادری سے مخل ہونا بعض اوقات کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ چلیں' باہر' میں آپ کو گیٹ تک چھوڑ کر آتا ہوں۔ آئندہ اس طرح کا ایڈونچر مت کیجیے گا۔ یہ حماقتیں مہنگی پڑ سکتی ہیں۔ آپ عزت دار بھائیوں کی بہن ہیں۔"

معاذ کا ایک ایک لفظ اس کے جسم و جاں میں خنجر کی طرح لگا تھا۔ اسے بس اتنا یاد تھا کہ گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ہی اس کی آنکھوں کے آگے دھند کی چادر تن گئی تھی۔

* * *

ہاسپٹل میں جب اسے ہوش آیا تو وہ شدتوں سے رو پڑی۔ اسے اپنے آنسوؤں اور محسوسات پہ بالکل کنٹرول نہیں رہا تھا۔ اس کے اردگرد گل' جواد انکل' صدیقہ آنٹی' دونوں بھابھیاں' بھائی' مما' پپا سب ہی ان کے پاس تھے۔ سینئر ڈاکٹر ریحان بھی کھڑے تھے۔ وہ روتے روتے ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔

"مجھے معاذ نے ڈانٹا ہے گل! تمہارا بھائی بہت برا ہے۔"

ڈاکٹر ریحان کے اشارے پہ نرس نے میشل کو انجکشن لگا دیا کیونکہ مسکن ادویات کا اثر ختم ہونے کے قریب تھا۔

"آپ پریشان مت ہوں' ابھی یہ پوری طرح ہوش میں نہیں ہیں۔ لہٰذا بے معنی جملوں کی پروا مت کیجیے گا۔ انہیں خود پتا نہیں ہے یہ کیا کہہ رہی ہیں۔" ڈاکٹر ریحان نے پریشان صورت جواد صاحب کے شانے پر تھپکی دی اور باہر چلے گئے۔

صدیقہ' جواد صاحب اور گل نے ایک دوسرے سے نگاہیں چرا لیں۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے یہ قصور ان ہی کا ہو۔ جواد صاحب متفکر سے میشل کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے جو دوبارہ غنودگی میں جا چکی تھی۔ اب بھی ایک آدھ بے معنی سا جملہ اس کے لبوں سے برآمد ہو رہا تھا۔

"معاذ! تم میری طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ میں بدصورت تو نہیں ہوں۔" خاور محبت سے اس پہ جھک گیا۔ جواد صاحب بیوی اور بیٹی کے ساتھ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خاور اور سمیر دونوں انہیں رخصت کرنے باہر تک آئے۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے تو خاور جھک کر کھڑکی میں سے اندر جھانکتے ہوئے بولا۔

"انکل! آپ کچھ محسوس مت کیجیے گا۔ میشل نے جو کچھ کہا' بے ہوشی کی حالت میں کہا' ورنہ معاذ سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ میشل لاڈ میں پلی بڑھی ہے نا' آپ سمجھ رہے ہیں نا۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میں سمجھ رہا ہوں۔" انہوں نے اس کے ہاتھ کو تھپکا۔ سمیر کا چہرہ گہری سوچوں کی آماجگاہ لگ رہا تھا۔

تین دن کے بعد میشل کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا۔ صرف بازو پہ گہرا زخم تھا۔ بس دل سنبھلنے میں نہیں آ رہا تھا۔ اس سے لڑ لڑ کر وہ بے حال ہو چکی تھی۔ وہ بے چینی سے کروٹ بدل کر سیدھی ہوئی تو خاور کو سامنے دیکھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ خاور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ بڑے غور سے اس کے زرد چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ میشل اپنے آپ میں بے چینی سی محسوس کرنے لگی۔

"میشل! تم جمعہ کو معاذ کے گھر گئی تھیں؟" خاور کا لہجہ عام سا تھا مگر اس کے تاثرات پراسرار سے تھے۔ میشل نے سچ بولنے میں ہی عافیت جانی۔

"معاذ نے تم سے کیا کہا؟" وہ سامنے دیوار پہ لگی پینٹنگ کو دیکھ رہا تھا' پر سماعتیں میشل کے لبوں سے برآمد ہونے والے جملوں کی منتظر تھیں۔

"کچھ بھی تو نہیں۔ بس یہی کہا کہ آپ اکیلی کیوں آئی ہیں۔"

"کچھ اور تو نہیں کہا؟"

"اف...." اس پہ جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ "نہیں! پپا! کچھ نہیں ہے۔ مجھے تو گل کا بھائی بہت بداخلاق لگتا ہے۔" ضبط کرتے کرتے بھی پھر آنسو پلکوں کی باڑھ کے چلے آئے تو خاور نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"پھر تم وہاں کیوں گئیں؟"

"بھائی! انکل کا جو بھائی ہے نا' مجھے پراسرار سا لگتا ہے۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ...."

بات مکمل کیے بغیر وہ ٹیبل پر پڑا گلاس اٹھا کر پانی پینے لگی۔ وہ آنکھیں بند کر کے دوبارہ پہلی والی پوزیشن میں نیم دراز ہو گئی۔ خاور لائٹ بند کر کے باہر آ گیا۔

وہ اسٹڈی روم میں پپا کے پاس چلا آیا جو بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔ خاور آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔ ان کا چہرہ بتدریج پرسکون ہوتا چلا گیا۔

"پپا! میرا تو خیال ہے میشل معاذ سے متاثر ہو گئی ہے۔ وہ اتنی خوبیوں کا مالک ہے کہ کوئی بھی لڑکی اسے باآسانی پسند کر سکتی ہے۔" پھر اس نے معاذ کے بارے میں انہیں کئی باتیں بتائیں۔

"جواد آئے تو اس کے سامنے یہ تجویز رکھوں گا۔ میرا گہرا دوست ہے' پرانی دوستی ہے۔ اگر دوستی رشتہ داری میں بدل جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ ویسے بھی ابھی تک معاذ کی بات طے نہیں ہوئی ہے مگر خود سے بات کرتے ہوئے میں کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہا ہوں۔"

"پپا! اب زمانہ بدل رہا ہے۔ معاذ اچھا لڑکا ہے۔ میں چند مہینوں میں ہی اس سے متاثر ہو گیا ہوں۔ ان کے گھر کا ماحول' بات چیت' ادب آداب' رکھ رکھاؤ' تہذیب اور شائستگی سچ مچ سراہے جانے کے قابل ہے۔ آپ خوامخواہ محسوس کر رہے ہیں۔ غرض تو ہماری ہے نا پھر میشل کی آنکھوں میں میں نے جو دکھ دیکھا ہے' وہ مجھ سے اور برداشت نہیں ہو سکتا۔ میں اس سے زیادہ کھل کر اب کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔ اب سو سال پہلے کا زمانہ نہیں ہے' ہم روشن خیال اور پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ طریقہ ایسا معیوب بھی نہیں ہے۔" خاور باہر چلا گیا۔

وہ اسی وقت اٹھ کر جواد صاحب کو فون کرنے لگے۔ جو بات وہ سامنے نہیں کر سکتے تھے' فون پہ خوش اسلوبی سے ہو گئی۔

* * *

بعد کے معاملات بڑی تیزی سے طے ہوئے۔ میشل کو یہ سب خواب سا لگ رہا تھا۔ شازینہ نے جب معاذ کے ساتھ اس کا رشتہ جڑنے کی خبر سنی تو دنگ رہ گئی اور اس کے خوب لتے لیے۔

"تم تو کہتی تھیں کہ تیس سال کی عمر تک شادی جیسی حماقت نہیں کروں گی پھر یہ سب کیا ہے۔ وہ تو بقول تمہارے' تمہاری طرف دیکھتا تک نہیں تھا۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔؟"

"اس کے گھر سے پرپوزل آیا تو اوکے کر دیا گیا۔ میرے عشق میں گوڈے گوڈے دھنسا ہوا تھا۔ بس روبرو اظہار کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ تب ہی تو پیرنٹس کو بھیجا۔ انیسویں صدی کا عاشق جو ٹھہرا۔" میشل کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تم انکار کر دیتیں۔" شازینہ نے مشورہ دیا تو اس نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"خوامخواہ انکار کر دیتی۔ اتنے عرصہ مجھے اگنور کرتا رہا جیسے میں ہوں ہی نہیں۔ اب میں بھی اسے جتاؤں گی کہ وہ میری نظر میں کچھ نہیں ہے۔" وہ تفاخر سے بولی تو شازینہ نے اسے رشک سے دیکھا۔

"ان کے گھر کا ماحول تمہارے گھر سے ٹوٹلی ڈفرنٹ ہے۔ پردے کی بوبو ہیں' تمہارے عاشق کی ماں بہنیں۔"

"میں کیا کروں۔ مجھے تو معاذ سے مطلب ہے۔"

ویسے بھی میرا اپنا لائف اسٹائل ہے۔ اس میں کسی کو بھی انٹرفیئر نہیں کرنے دوں گی۔ میں کمزور اور دبو سی لڑکی نہیں ہوں، کسی کو بھی اپنی مرضی پہ چلانا اچھی طرح جانتی ہوں۔" کیا عزائم تھے۔ شازینہ نے اس کی پیٹھ ٹھونکی تو وہ سرشار سی ہو گئی۔

"کل ویلنٹائن ڈے ہے۔ معاذ کو کیا گفٹ دو گی اور سیلیبریٹ کیسے کرو گی؟"

"ظاہر ہے، تمہارے ساتھ کلب میں ہی سیلیبریٹ کروں گی۔ معاذ یہاں نہیں ہے۔ اس کے گھر پھول اور کارڈ بھجوا دوں گی۔" اس نے اپنا پروگرام بتایا تو شازینہ بھی جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھو نا، اتنی جلدی چل دیں؟" میشل نے اسے روکنا چاہا، پر وہ نہیں رکی۔

"میں بھی تو اس فنکشن کو انجوائے کرنا چاہتی ہوں ابھی سے تیاری کروں گی نا۔" وہ بائے کہتے ہوئے چلی گئی۔

❁ ❁ ❁

معاذ کے گھر والے سادگی سے منگنی کی انگوٹھی میشل کو پہنا گئے تھے۔ اب شادی کا ہنگامہ زوروں پر تھا۔ جب ریاض قریشی نے بیٹی کے سسرالیوں کو مشترکہ فنکشن کا دعوت نامہ دیا۔ خاور اور میشل کی اکٹھے شادی تھی۔ جواد صاحب نے پہلے ہی ریاض صاحب پہ واضح کر دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں کوئی بھی مہندی مایوں وغیرہ کی رسم نہیں کریں گے، نہ ہی اس سلسلے میں میشل کی مہندی لائیں گے۔ ریاض صاحب نے خندہ پیشانی سے ان کی بات مان لی تھی۔ اب انہوں نے دعوت نامہ خود گھر آ کر دیا تو وہ الجھن میں پھنس گئے اور صدیقہ بیگم سے مشورہ کیا۔ موقع کی نزاکت کے پیش نظر انہوں نے ریاض قریشی کے گھر جانے کا عندیہ دے دیا۔ اب معاذ سے بات کرنا ضروری تھا۔ جانے اس کا کیا ردعمل ہوتا۔

گھر میں موجود مہمان لڑکیوں میں یہ خبر سن کر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ان کے خاندان میں ایسے فنکشن خواب خیال ہی تھے۔ سادگی سے نکاح کے بعد ر... کی جاتی تھی اور بس ــــ نہ کوئی مووی، نہ ڈھولک، نہ بینڈ باجے، نہ ڈانس پارٹیاں۔ ان کا پُرجوش ہونا لازمی تھا۔

❁ ❁ ❁

جواد صاحب اپنی بات مکمل کر کے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ معاذ کے تاثرات سے صاف ناپسندیدگی اور بیزاری عیاں تھی۔

"ابو! مجھے یہ بات بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"اس لیے تمہیں بتایا ہے کہ تم نے بھی اس فنکشن میں شرکت کرنی ہے۔" انہوں نے گویا آج اس کے چودہ طبق روشن کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ معاذ کے چہرے پر ناپسندیدگی واضح تھی۔

"آپ کو تو یہ سب ناپسند ہے۔ ہمارے گھر میں بہنوں کی شادی ہوئی اور ایسی کوئی فضول رسم نہیں ہوئی پھر آپ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہیں کہ شرکت کروں۔ سو اِز ٹو مچ۔"

"ریاض میرا دوست ہے اور اب تو رشتہ داری کا معاملہ ہے۔ اس نے خود مجھ سے کہا ہے پھر میشل کے بھائیوں نے بھی درخواست کی تو مجھ سے انکار نہیں کیا گیا۔ اس نازک موقع پہ انکار کیا بھی نہیں جا سکتا۔ کل تمہاری بارات جانی ہے، تعلقات خراب کرنے کا فائدہ۔ ریاض کہہ رہا تھا، یہ بچوں کی خوشی ہے۔ اب تم بھی تیاری کرو۔"

جواد صاحب بات مکمل کر کے فون کرنے لگے تو معاذ کو سخت غصے نے آن گھیرا۔ اس کی سب سے چھوٹی بہن گل تو خوشی خوشی تیار ہو رہی تھی۔ باقی کزنز کا بھی یہی حال تھا۔ کل اس کی بارات تھی مگر گھر کے آثار سے ایسی بات ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ نہ لائٹنگ، نہ سجاوٹ، نہ ڈھولک اور تالیوں کی آواز ــــ لے دے کر ایک ڈیک بچا تھا جو گھر میں جمع ہونے والی

...ر کسی حد تک رونق پیدا کرنے کی ناکام ...رہی تھیں۔

...موقع پہ جواد صاحب نے ان سب کو خاور کی ...میں شرکت کرنے کے بارے میں بتایا تو سب ...یں۔ سارہ نے تو لگے ہاتھوں کہہ بھی ڈالا۔

...رے خاندان کی شادیوں سے تو لوگوں کے ماتم ...وتے ہیں۔"

...نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر اسے مزید بولنے ...ا۔

...ر بھائی نے سن لیا تو خیر نہیں ہے۔ پہلے ہی ...ے چبائے ہوئے ہیں۔ ابو نے انہیں بھی ہمارے ...انے کو کہا ہے۔"

...بھی جائیں گے؟"

...ں، تب ہی تو اتنا غصہ کر رہے ہیں۔ میشل ...اور ان کے بھائی خاور کی مہندی کا مشترکہ ...ن ہے۔"

...ہاں، نکاح سے پہلے ہی دیکھ لیں گے۔ چلو اسی ...ے ہم بھی ماڈرن ہو جائیں گے۔ فلموں اور گانوں ...میں ایسے مناظر دیکھے ہیں۔ اب حقیقت میں دیکھ ...ے کہ دولہا دلہن آمنے سامنے بیٹھے ہنس بول ...ہیں، گانا گا رہے ہیں، ڈانس کر رہے ہیں اور پس ...میں میوزک بج رہا ہے۔"

...گوری کرت سنگھار، آئی مہندی کی یہ رات ...نگین کی اس چوٹ پہ گل تلملا ہی گئی۔

"میرے بھائی ایسے نہیں ہیں۔" اس نے لپ ...برے زور سے ڈریسنگ ٹیبل پہ پٹخی تو نگین نے ...ے اچکا کر نا سمجھی کے انداز میں اسے دیکھا۔

❁ ❁ ❁

قریشی ہاؤس بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ آرائشی اسٹیج کو بے ...پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ میشل مسلسل ادھر ادھر ...کا کر ہدایات جاری کر رہی تھی۔

"اب تو ایک جگہ ٹک کر بیٹھ جاؤ،" اگر دادو نے دیکھ لیا تو ایک لمبا لیکچر پلائیں گی۔ کل تمہاری شادی ہے اور سنا ہے تمہاری سسرال والے خاصے قدامت پرست ہیں۔ خاص طور پہ معاذ بھائی۔" ارم نے اطلاع بہم پہنچائی۔

"بعد میں دیکھا جائے گا۔ تمہارے معاذ بھائی کو اپنے رنگ میں نہ رنگ لیا تو نام بدل دینا۔" میشل نے گردن اکڑا کر خالصتاً فلمی لہجے میں کہا تو سب ہنس پڑیں۔

"تم اب آرام سے بیٹھ جاؤ، مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں۔ یونہی پیر پیڑ بول کر اور دیدے پھاڑ پھاڑ کر سب کو دیکھتی رہیں تو خاک روپ آئے گا۔" ارم نے دادو کی نقل اتاری تو میشل نے اس کی پیٹھ پہ دھپ ماری۔

"ان کی تو بات نہ کرو، نہ جانے کون سے زمانے کی بات کرتی ہیں۔ اس ہفتے میں کوئی ہزار مرتبہ بتا چکی ہیں کہ جب ان کی شادی ہوئی تو ہفتہ بھر پہلے ہی وہ سر منہ لپیٹ کر کمرہ نشین ہو گئیں۔ مرد تو مرد، کسی عورت نے بھی ان کا چہرہ نہیں دیکھا۔"

"مجھے تو یہ سب قصے کہانیاں لگتے ہیں۔ بھلا ایسا بھی ہوتا ہے۔" ارم نے بھی میشل کی بات کی تائید کی۔

"کمرے میں، وہ بھی کونے میں مسلسل سات روز گردن جھکا کر بیٹھنا کتنا تکلیف دہ ہوتا ہو گا ناں۔" میشل نے بے اختیار جھرجھری لی۔ "اس لیے تم نے بیٹھنے کا تکلف کیا ہی نہیں۔" صوما نے نامحسوس انداز میں طنز کیا تھا۔ میشل ذرا بھی نہیں سمجھی۔

"میری آنکھوں کا میک اپ تم خود کرنا۔ اس سلسلے میں، میں بیوٹیشن پہ بھی اعتبار نہیں کر سکتی۔ تم آنکھوں کا میک اپ غضب کا کرتی ہو۔ میں کپڑے بدل لوں۔"

اس نے ارم کو ایک بار پھر یاد دہانی کرائی جو مہندی کی ٹیوب پکڑے صوما کے ہاتھ پہ ڈیزائن بنا رہی تھی۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

ساری لڑکیاں اچھی طرح چادریں لپیٹے معاذ کے

ساتھ جانے کے لیے تیار تھیں۔

"وہاں خواتین والے حصے میں رہنا۔ ادھر ادھر مت پھرنا۔" معاذ نے نکلنے سے پہلے ایک بار پھر ان سب کو یاد کرایا۔ "طوعاً" و "کرہاً" وہ جا رہا تھا۔ جواد صاحب نے عزت کا لفظ استعمال کر کے اس کا منہ بند کر دیا تھا۔ شادی سے صرف ایک دن پہلے اپنی سسرال جا کر مشترکہ فنکشن اٹینڈ کرنا اس کے نزدیک کچھ ایسا قابل شوق نہیں تھا۔

قریشی ہاؤس کے سجے ہوئے گیٹ کے سامنے انہیں ریسیو کرنے کے لیے تقریباً" معاذ کی ساری سسرال موجود تھی۔ خاور سفید شلوار قمیص پہنے سبز ٹپکا دونوں اطراف سے گردن میں لٹکائے بڑی محبت سے اسے ملا تو معاذ نے اسے حیرت سے دیکھا۔ وہ اس کے استعجاب کو بھانپ گیا اور قدرے شرمندہ لہجے میں بولا۔

"یہ سب مہشل کی ضد ہے۔ ایک ہی بہن ہے ہماری اور اس کی بات میں رد نہیں کر سکتا۔ اصل میں ہمارے ہاں فنکشن میں سب رسمیں ہوتی ہیں اور مہشل کے کہنے پہ کچھ اور رسمیں بھی میری شادی میں شامل کی گئی ہیں۔ اس نے ایک مشہور بینڈ کو بھی بلوایا ہے جو آج پرفارم کرے گا۔ امید ہے تم انجوائے کرو گے۔"

خاور چلتے چلتے بتا رہا تھا۔ اس کے لہجے سے بہن کے لیے محبت امڈی پڑ رہی تھی۔ خاور کے پاس سے تیل اور ابٹن کی خوشبو بھی آ رہی تھی۔ ایک ہاتھ پہ مہندی کے گل بوٹے بھی دکھائی دے رہے تھے۔

تین دن پہلے ہی تو خاور کی تیل ابٹن کی رسم ہوئی تھی۔ مہشل نے ضد کر کے خاور کو اس رسم میں بھرپور حصہ لینے پہ آمادہ کیا تھا' تب ہی تو اس کا حشر ہو رہا تھا۔

اسٹیج کے سامنے صوفے رکھے ہوئے تھے جن کے کور سبز رنگ کے تھے۔ سامنے وسیع خالی جگہ پہ سبز ہی دریاں اور چاندنیاں بچھی ہوئی تھیں۔ بلند آواز سے گانے بج رہے تھے۔

"مبارک ہو، تم نے شرط جیت لی ہے۔" ارم پھولی سانسوں سمیت بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔

مہشل کا چہرہ خوشی سے جگمگا اٹھا۔ "انہوں نے کپڑے کون سے پہنے ہوئے ہیں؟" اس نے بے تابی سے پوچھا تو ارم شرارتی نگاہوں سے اسے تکنے لگی۔

"تم بھی خود دیکھ لینا' خاور بھائی کے سسرال والے بھی آ گئے ہیں۔" وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

"پلیز ارم! بتاؤ نا۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر لجاجت سے بولی تو اس نے کہا۔

"سفید کلف لگا شلوار کرتا ہے۔"

"پھر تو اچھی بات ہے۔ تم یوں کرو یہ سبز پٹکا انہیں دے دو۔ سارے لڑکوں نے گلے میں ڈالے ہیں۔ اور جب ڈانس پارٹی ہو گی تو سارے لڑکوں میں بغیر پٹکے کے وہ اچھے نہیں لگیں گے۔"

مہشل نے سبز پٹکا اس کے ہاتھ میں تھمایا تو وہ دیکھ کر رہ گئی۔ "تم تو ابھی سے اتنی عزت کرنے لگی ہو معاذ بھائی کی۔ انہیں "ان" کہہ کر بلا رہی ہو۔ کہاں گئے بلند و بانگ دعوے۔ یہ کروں گی' وہ کروں گی' قدموں میں نہ جھکایا تو نام نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔"

"اب بھاگو یہاں سے۔" مہشل سنی ان سنی کر کے پھولوں کا زیور پہننے لگی۔

ارم چند منٹ بعد پٹکا لیے واپس آ گئی۔ "معاذ بھائی نے واپس کر دیا ہے۔ کہہ رہے ہیں کہ کسی اور کو دے دیں۔ وہ یہ نہیں اوڑھیں گے۔ ساتھ کہہ رہے تھے اس کی ضرورت لڑکیوں کو ہے۔"

ارم نے جوں کا توں دہرایا تو مہشل کا چہرہ اپنی بات ٹھکرائے جانے کے احساس سے سرخ سا ہو گیا۔ شکر ہے اس کی باقی سہیلیاں اور کزنز باہر مہمانوں کے استقبال میں مگن تھیں' ورنہ کتنا مذاق اڑاتیں۔ اسے غصہ آتا تو گویا جن چڑھ جاتا۔ اسے چیزیں توڑ پھوڑ کر سکون ملتا۔ پر اس وقت غصہ ظاہر کرنے کا موقع نہیں تھا پھر بھی اس نے کلائی میں پہنا موتیے کا گجرا کھینچ کر کے نوچ دیا۔

"مسٹر معاذ! کل بتاؤں گی تمہیں۔" اس نے دل میں عہد کیا اور نئے سرے سے میک اپ ٹھیک کرنے لگی۔

دوستوں کے ساتھ خاور اسٹیج پہ آچکا تھا۔ میشل اپنی دوستوں اور کزنز کے ساتھ سج سج چلتی بھائی کی طرف ہی آرہی تھی۔ سبز لہنگے اور چولی میں ملبوس پھولوں کے زیور سے آراستہ اس پہ شاخ گل کا سا گمان ہو رہا تھا۔ خاور کے ساتھ معاذ بیٹھا ہوا تھا۔ میشل کے بھائی اسے وی وی آئی پی کی حیثیت دے رہے تھے۔

میشل بھائی کے سامنے نیچے زمین پہ پنجوں کے بل بیٹھ گئی اور خاور کے الٹے ہاتھ پہ ذرا سی مہندی لگا کر رسم کا باقاعدہ آغاز کیا اور مٹھائی کھلائی۔ ہر طرف سے دبے دبے قہقہوں کی آواز ابھر رہی تھی۔ اس نے چور نگاہوں سے خاور کے ساتھ بیٹھے معاذ کو دیکھا۔ اسے کتنی حسرت تھی' کاش وہ یہیں بیٹھ کر پورا فنکشن اٹینڈ کرے مگر دادو کی ہدایات پر وہ دل مسوس کر رہ گئی تھی۔ لیکن کپڑے اس نے اپنی مرضی کے ڈیزائن کروائے تھے۔ چولی کی آستینیں سرے سے تھیں ہی نہیں اور گلا آگے پیچھے سے خاصا گہرا تھا۔ دادو نے آخری وقت میں اس کی تیاری کو دیکھا تھا اور سر پیٹ لیا تھا اور اسی وقت اپنا کندن کا بھاری ہار نکلوا کر اسے پہنایا اور دوپٹہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے اوڑھایا تھا۔

"بھائی کو مہندی لگا کر فوراً آجانا' وہاں جم کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سارا روپ تباہ ہو جائے گا' پھٹکار برسے گی چہرے پہ۔"

انہوں نے ہزار بار کا کہا جملہ نئے سرے سے دہرایا تھا تو میشل کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے تھے۔

"ایک نظر خاور کے دائیں جانب بھی دیکھ لو۔ انہیں بھی مہندی لگا کر لڈو کھلا دو۔" بھیڑ میں سے آواز آئی تھی۔ بھلا اسے نروس ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ نروس ہوں اس کے دشمن۔ اس نے سامنے پڑی طشتری میں سے مہندی اٹھائی اور معاذ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"جی نہیں' مجھے اس کی ضرورت نہیں۔" روکھا لہجہ تھا۔ میشل کا ہاتھ وہیں رک گیا۔

"ہار گئی' ہار گئی' ہار گئی۔" لڑکیوں کی بھیڑ میں زور و شور سے اس جملے کی تکرار ہو رہی تھی۔

بے حد ہتک محسوس کرتے ہوئے میشل ... سے اتر کر اندر آئی تو زندگی میں پہلی بار دادو کو ... سعادت مندی پہ پیار آگیا۔

"ٹھیک کیا جو وہاں بیٹھی نہیں۔ معاذ کے گھر والے بھی آئے ہوئے ہیں جو تمہارے بیان کے مطابق قدامت پرست ہیں۔ انہیں یہ سب کہاں پسند ہوگا۔ لڑکی کو ویسے بھی بعد میں سسرال والوں اور شوہر کے رنگ میں رنگنا پڑتا ہے۔ دل سے تو مجھے بھی پسند نہیں ہے جو تم نے سب کے سامنے جا کر خاور کو مہندی لگائی پر تمہارے بھائیوں اور ممّا کا کہنا تھا کہ تمہارا اس گھر میں آج آخری دن ہے۔ اپنی مرضی سے جو کرتی ہے کرنے دو۔" دادو نے بغور اس کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا۔

وہ دادو کے تخت پہ بیٹھ کر پھر پھولوں کو پتی پتی کرنے لگی۔ اس نے دادو کی بات پہ بالکل دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں مگن تھی۔

"یہ لوگ تو سچ مچ اٹھارویں صدی میں سانس لے رہے ہیں۔ گل اچھی خاصی خوبصورت لڑکی ہے۔ دوپٹہ لیے چاروں طرف پھیلا کر اوڑھ رکھا ہے۔ ساری خوبصورتی چھپ کر رہ گئی ہے اور یہ روڈ سا شخص جو ہمارے گھر اس خوبصورت محفل میں آیا بیٹھا ہے' اگر ایک نظر میری تیاریوں کو دیکھ لیتا تو کیا جاتا اس کا۔ بن رہا ہوگا میرے سامنے۔ بعض مرد یونہی بے نیاز بنتے ہیں پھر اندر سے پورے ہوتے ہیں۔ میں بھی اس میدان میں یونہی نہیں اتری ہوں۔ ہمیشہ اپنی مرضی کروں گی' شازینہ کہتی ہے۔ اگر پہلے مرحلے پہ ہی عورت مرد سے شکست کھا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اب وہ ہمیشہ محکوم بن کر رہے گی۔

اف۔۔۔ میں یہ سب نہیں کروں گی' کبھی بھی کسی بھی بات پہ معاذ کے سامنے نہیں جھکوں گی بلکہ الٹا

اسے جھکاؤں گی۔ کل تم میرے سامنے مزید اکڑ نہیں دکھا سکو گے۔ ساری بے نیازی تار تار نہ کر دی تو میشل قریشی نام نہیں۔" اس کے عزائم بہت خطرناک تھے۔

معاذ بستر پہ لیٹا ہوا تھا مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میشل کے بارے میں پہلے اس کا خیال تھا کہ وہ کافی ماڈرن ہے اور قدرے احمق بھی۔ اس کی سمجھ دانی کا خانہ بھی اسے خالی ہی محسوس ہوا تھا۔ یہ شاید اس کے لاڈلے ہونے کی وجہ سے تھا۔ پر اب اس نے اپنے خیال میں ترمیم کر لی تھی۔

معاذ کا پورا گھرانہ ہی ایک خاص قسم کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا عادی تھا۔ ان کے کسی رویے یا عمل سے امارت کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ شان یا گھمنڈ تو بڑے دور کی بات تھی' ان کی عورتیں خود کو ڈھانپ کر گھر سے نکلتی تھیں اور سب کی سب اعلا تعلیم یافتہ تھیں۔ معاذ کی دونوں بڑی بہنیں اچھے گھرانوں میں بیاہی گئی تھیں۔

باپ دادا کی اصول پسندی اور روایت پسندی معاذ کی ذات میں بھی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ انہوں نے ہر موڑ پہ اسے اچھے برے کا فرق سمجھا دیا تھا۔ باقی فیصلہ وہ خود کرتا تھا۔ یہ نہیں کہ وہ عورت کو گھر میں قید کر کے رکھنے کا قائل تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عورت کی سمجھ داری اور کردار پہ ہی آئندہ نسل کے بننے یا بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے۔ اس کی ایک بہن ڈاکٹر تھی' دوسری شادی کے بعد پوسٹ گریجویشن کرنے امریکہ میں ہی شوہر کے ساتھ مقیم تھی۔ گل بی ایس سی کرنے کے بعد گھر پہ ہی رہتی تھی۔ اس کی شادی کا مسئلہ بھی زیر غور تھا۔

* * *

جواد صاحب اور ریاض قریشی پرانے دوست تھے۔ غم روزگار نے دونوں کو دور کر دیا۔ جواد ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے آبائی شہر آ بسے۔ جہاں ریاض برسوں سے مقیم تھے۔ دوبارہ سے ملاقات کی تجدید ہوئی اور ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا شروع ہو گیا۔ تب ہی میشل نے پہلی بار معاذ کو دیکھا۔ دو تین بار آمنا سامنا ہونے پہ معاذ نے میشل کو خاص توجہ نہیں دی تو اسے بھی ضد سی ہو گئی پھر شازینہ کی صحبت میں اس نے کتنی ہی معیوب باتیں اپنالی تھیں۔ شازینہ اور باقی گروپ کی ہمراہی میں اس نے کتنی بار لڑکوں کو محبت کا چارا ڈال کر پھر ان کے بے وقوف بننے کا نظارہ کر کے جی بھر کر حظ اٹھایا تھا۔ یہی سب کچھ تو وہ معاذ کے ساتھ بھی کرنا چاہتی تھی۔ ہزارہا کوششوں کے باوجود وہ سلام سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ گھر کا ماحول کافی کھلا ڈلا سا تھا اور میشل نے کو ایجوکیشن میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ریاض قریشی ایک اعلا سرکاری عہدے پہ تھے۔ گھر میں سامان تعیش کی فراوانی تھی۔ زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدنی الگ تھی۔ میشل کی کسی بھی بات پہ کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ ادھر معاذ کے سامنے جب رشتے کے لیے میشل کا نام لیا گیا تو کافی دیر تک وہ کچھ بول ہی نہ سکا۔ اس نے میشل کو اس نظر سے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا اور ابو پروپوزل کی بات کر رہے تھے۔

"ابو! آپ کو پتا ہے ہمارے اور ان کے گھر کے ماحول میں کتنا فرق ہے۔" ایک اعتراض اسے سوجھ ہی گیا۔

"اچھی طرح پتا ہے بلکہ یہ بھی پتا ہے کہ میشل بہت لاڈلی ہے مگر میرے لیے یہ بات اہم ہے کہ وہ میرے دوست کی بیٹی ہے۔ رہ گئی ماحول کی بات تو یہاں آکر وہ خود ہی سیٹ ہو جائے گی۔ میں تمہارے مزاج سے اچھی طرح واقف ہوں مگر ریاض کو مایوس بھی نہیں کر سکتا۔ تم میشل کو متاثر کر گئے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ ہاسپٹل میں میشل نے کیا کچھ کہا ہے۔" ریاض صاحب یہ بات کہتے ہوئے بہت پریشان لگ رہے تھے۔

"میں بھی تین بیٹیوں کا باپ ہوں' مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ وہ خود اپنی زبان سے اظہار کرے۔ کل میں اور تمہاری ماں ان کے گھر جائیں گے تاکہ اس کا مان مجروح نہ ہو۔"

پھر ان کے احترام اور ادب میں معاذ خاموش ہو گیا۔ اس کی تربیت میں سرکشی یا گستاخی شامل نہیں تھی۔ معاذ اگر خوش نہیں تھا تو ناخوش بھی نہیں تھا۔ ویسے بھی شادی کا معاملہ وہ والدین کے سپرد کر چکا تھا۔ گھر والوں کے لیے یہی بات خوشی کا باعث تھی۔

* * *

آج اس کی رخصتی تھی تو کل خاور کی بارات جانی تھی۔ پرسوں دعوت ولیمہ تھی۔ شازینہ کے ساتھ وہ تین بجے کے بعد واپس آئی اور رولنا ہے کی پروا کیے بغیر حسب عادت نوکروں کو ہدایت جاری کرتی رہی۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ دادو نے بمشکل تمام اسے ایک جگہ بٹھایا۔ ثومیہ بیگم مہمانوں کی آمد کے بعد بیٹی کی دلجوئی کے لیے نت نئی رسموں کی ادائیگی میں لگی رہیں۔

معاذ اپنے گھر اور خاندان والوں کے ساتھ بینڈ باجوں کے بغیر سادگی سے آیا۔ اس کے گلے میں گلاب کے پھولوں کے دو تین ہار پڑے ہوئے تھے۔ اس کے وجیہہ چہرے پہ سنجیدگی تھی۔ آج سے پہلے میشل کو نکاح اور رخصتی کے موقع پر لڑکیوں کا رونا دھونا نرا ڈرامہ اور اداکاری محسوس ہوتی تھی۔ مگر اب جب نکاح کے بعد بھائیوں نے اسے گلے لگایا تو جانے کیوں وہ خود بھی رو پڑی۔

"پاگل ہو گئی ہو، سارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔" شازینہ کی سرگوشی پر اس نے خود کو سنبھالا۔

شازینہ نے اسے معاذ کو مٹھی میں کرنے کے کئی ایک آزمودہ گر بتاتے ہوئے کہا۔ وہ سر ہلاتی رہی۔

"کسی مقام پہ بھی ہار نہیں ماننی۔ تمہارے پاس حسن کی بہت بڑی طاقت ہے۔ بڑے بڑے اس طاقت کا لوہا مانتے ہیں پھر معاذ کیا چیز ہے۔ تم نے شادی جیسی حماقت اتنی جلدی کر کے اپنی بے وقوفی کا ثبوت تو دے دیا ہے، اب مزید کچھ مت کرنا۔ معاذ کو اپنے اشارے پہ چلانے کا عادی بنا لو۔ اپنے سوا کچھ سوچنے کا موقع ہی مت دو۔ ہر روز نت نئے انداز میں اسے اپنا اسیر بناؤ پھر اپنی ہر بات منواؤ اور... اور..."

وہ اپنی باتوں میں اتنی مگن تھیں کہ جب معاذ بالکل سامنے آیا تو اسے پتا چلا۔ شازینہ بڑی چالاکی سے بات بدل گئی۔ میشل کی سب سہیلیوں نے معاذ کو گھیر لیا تھا۔ خوشی کا موقع تھا، اس نے ہنسی خوشی ان کی فرمائشیں پوری کیں۔

معاذ نے جہیز اور سلامی کے نام پہ ایک روپیہ لینا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ رخصتی کے وقت میشل کے ہمراہ جو چیزیں میکے سے ساتھ گئیں، وہ اس کے جسم پہ سجے زیورات اور کپڑوں سے بھرا سوٹ کیس تھا۔ تمام کپڑے میشل کی خالصتاً اپنی پسند کے تھے، اس سلسلے میں وہ کوئی سمجھوتہ کرنے پہ تیار نہیں تھی۔

معاذ کی امریکہ والی بہن افشاں شادی میں نہیں آسکی تھی۔ اس نے فون کر کے مبارکباد دی۔ افشاں کی باتوں کے جواب میں وہ ہوں ہاں کرتی رہی۔ اردگرد سب سسرالی جمع تھے اور اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ان سب کے نرغے میں وہ اکیلی تھی۔ اس کی سب سہیلیاں جا چکی تھیں۔ صدیقہ بیگم پندرہ بیس منٹ اس کے پاس بیٹھی رہیں تو اس کے دل کو قدرے تقویت ہوئی۔

* * *

معاذ کا کمرہ جس میں اسے بٹھایا گیا تھا، کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ ایک نئی نویلی دلہن کے استقبال کے لیے سجایا گیا ہے۔ سوائے ڈھیر سارے پھولوں کے جو کمرے میں جگہ جگہ مہک رہے تھے۔ ایئر فریشنرز اور پھولوں کی مسحور کن خوشبو نے میشل کے تنے اعصاب کو قدرے ڈھیلا سا کر دیا۔ تنہائی پاتے ہی وہ اٹھ کر ڈریسنگ روم میں آگئی اور دیوار گیر آئینے میں اپنے آتشیں روپ کا پھر جائزہ لیا۔ شہر کے مشہور اور مہنگے ڈریس ڈیزائنر نے اس کا عروسی لباس تیار کیا تھا جس میں میشل کے مشورے بھی شامل تھے۔ جدید فیشن کے مطابق لانگ شرٹ کا اگلا اور پچھلا گلا انتہائی گہرا تھا۔ شرٹ آستینوں کے بغیر تھی۔

لمبی سی شرٹ کے ساتھ ٹانگوں سے چمٹا ہوا چوڑی دار پاجامہ تھا۔ دوپٹہ بڑے اسٹائل سے سیٹ کیا گیا تھا۔ یوں کہ اس کا ایک ایک حسین انداز نمایاں ہو رہا تھا۔ اس کے دودھیا بازو شانوں تک مہندی کے جدید ڈیزائن اور بیل بوٹوں کی لپیٹ میں تھے۔ ذرا سی روشنی پڑنے پہ یہ جدید قسم کی مہندی چمک چمک کر آنکھیں خیرہ کیے دے رہی تھی۔ دلہن سے زیادہ وہ بے باک قسم کی ماڈل گرل نظر آ رہی تھی۔ ڈریسنگ روم میں ہی اس نے گلے کے ہار کا لاک کھول کر ذرا چھوٹا کیا۔ اب اس کی گردن اور گلا زیادہ نمایاں لگ رہا تھا۔

اپنے ہوش اڑاتے روپ پہ اس کو بے پناہ پیار آیا۔

"وہ حسن بڑے بڑے شہنشاہوں کو تاج چھوڑنے پہ مجبور کر دیتا ہے۔ معاذ حسن! پھر یقیناً تم بھی اپنی انا اور زعم میرے قدموں میں ڈھیر کر دو گے۔ میں تمہیں بتاؤں گی تمہاری بے اعتنائی کے نتیجے میں، میں نے جو کچھ محسوس کیا ہے۔ یہ بے نیاز و لاپروا مرد، آج کیسے حسن کی عدالت میں سوالی بن کر کھڑا ہو گا، بھیک مانگے گا، منتیں کرے گا مگر نہیں نہیں، میں اتنی جلدی نہیں پگھلوں گی۔ تمام مطالبات منواؤں گی پھر اس کے کاسۂ طلب میں امیدوں کی خیرات ڈالوں گی۔ نہ جانے گڑگڑاتے ہوئے تم کیسے لگو گے۔"

اپنے روپ کو وارفتہ خراج تحسین پیش کرتے ہوئے وہ اپنی دلکشی اور خوبصورتی کے نشے میں چور خود کلامی کر رہی تھی۔

ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ سج سج چلتی دوپٹہ سنبھالے باہر آئی۔ معاذ کمرے کے درمیان کھڑا تھا۔ میشل کو دیکھتے ہوئے اس نے وہیں سے مڑ کر بیرونی دروازہ لاک کیا اور پلٹا۔

گزشتہ سات روز سے میشل خود سے جو وعدے کر رہی تھی، وہ اب ریت کی بھربھری دیوار کی طرح محسوس ہو رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ قدم آگے بڑھائے یا پیچھے۔ معاذ کی خاموشی اور گہری نگاہ بالکل اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ اس نگاہ میں نہ تعریف تھی، نہ متاثر ہونے کا جذبہ۔ بہر حال جو کچھ تھا، وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

درمیان میں تین چار قدموں کا فاصلہ تھا۔ معاذ نے وہ بھی مٹا دیا۔

"تم اتنے عرصے سے مجھ سے یہ توقع کر رہی تھیں کہ میں تمہارے حسن کو سراہوں۔ تمہارے حضور سراپا سوالی بن کر آؤں اور تم میرے مردانہ غرور کی دھجیاں بکھیر دو۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا۔ تمہارا واسطہ اور طرح کے مردوں سے پڑا ہو گا، تمہیں پتا چل جائے گا کہ میں کچھ مختلف ہوں۔ ویسے تمہارے حسن کو نہ سراہنا زیادتی ہو گی۔" معاذ حسن کا ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل تھا، دوسرے ہاتھ سے اس نے کمرے کی لائٹ آف کر دی۔

"بس تعریف کا انداز وہ نہیں ہو گا جو تم چاہتی ہو۔ گڑگڑانے اور خیرات مانگنے کا مطلب جو تمہاری لغت میں ہے۔ میں اس سے ہٹ کر عملاً تمہیں بتاؤں گا۔" میشل کی گھٹی گھٹی چیخ اس کے سینے میں ہی دم توڑ گئی۔

معاذ کو اپنے قدموں میں جھکا دیکھنے کا خواب ادھورا ہی رہ گیا۔ اس نے لٹیروں اور ڈاکوؤں کے بارے میں بہت سے قصے سنے تھے۔ معاذ کا رویّہ بھی کسی ڈاکو لٹیرے سے چنداں مختلف نہ تھا۔ اس نے زندگی کی اس انوکھی و البیلی شب کے بارے میں بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔ اور یہی رات اس کا سارا غرور لمحوں میں نچوڑ کر لے گئی تھی۔

معاذ تو کسی فاتح جرنیل کی مانند جیسے نشے میں چور تھا۔

میشل کو ساری رات نیند نہیں آئی تھی۔ عجیب و غریب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ سر میں مسلسل دھماکے ہو رہے تھے اور آنکھیں شدت گریہ سے سرخ ہو گئی تھیں۔ وہ اپنی تمام زندگی میں بھی اتنا نہیں روئی تھی جتنی ان چند گھنٹوں میں روئی تھی۔

معاذ بے خبر سویا ہوا تھا۔ وہ آہستگی سے بیڈ سے اٹھی اور ڈریسنگ روم میں چلی آئی۔ الماری میں اس کے لیے تین چار سلیپنگ ڈریس لٹکے ہوئے تھے جس

میں ایک باریک ریشمی نائٹی بھی تھی۔ کل تک اس کے ساتھ اس کے کچھ آوارہ ریشمی خواب بھی وابستہ تھے مگر اب۔۔۔ اس نے سلگتی نگاہوں سے ہینگر سے جھٹکے کے ساتھ اسے اتارا اور کونے میں ایک طرف پھینک دیا۔ اسٹائلش سا ایک ریشمی سوٹ اس نے منتخب کیا اور باتھ روم میں آگئی۔ گیلے بال سلجھانے کے بعد دوپٹہ سینے پہ پھیلاتے ہوئے وہ باتھ روم سے باہر آئی تو معاذ بیدار ہو کر کراؤن سے ٹیک لگائے سگریٹ پی رہا تھا۔ معاذ کے سابقہ رویے کے پیش نظر اسے خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔ "گھٹیا، تھرڈ ریٹ ایکٹر نہیں کا۔ انسان کے روپ میں شیطان۔" ان الفاظ کو اس نے زبان پہ لانے کا خطرہ مول نہیں لیا تھا۔ دنیا جہان کی نفرت معاذ کے لیے اسے اپنے دل سے امڈتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ صوفے پہ بیٹھ گئی۔ معاذ گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہاں اتنی دور کیوں بیٹھ گئی ہو۔ تم نے مجھے پگھلانے کا عزم کیا ہوا تھا نا میرے پاس آؤ۔ اتنا کمزور نہیں ہوں کہ پگھل جاؤں۔" صاف لگ رہا تھا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔

"یہاں آؤ اور بیڈ سے یہ سب سمیٹو۔" اس کا اشارہ مہشل کے زیورات کی طرف تھا۔ وہ من من بھر کے قدم اٹھاتی بیڈ کے پاس آئی اور تمام زیورات اٹھا کر دراز میں ڈال دیے۔

"ہمارے درمیان سے تمام حجاب دور ہو گئے ہیں پھر بھی تم یوں ری ایکٹ کر رہی ہو جیسے بڑی باحیا اور چھوئی موئی لڑکی ہو۔"

"آپ میرے کردار پہ حملہ کر رہے ہیں۔"

"کردار پہ حملہ۔ کیا مطلب ہے اس کا؟ تمہیں کردار کا مطلب پتہ ہے۔"

(اور تم خود جتنے باکردار ہو، مجھے بھی پتا چل گیا ہے۔) وہ دل ہی دل میں تپ کر بولی۔ اس کی طرف سے مسلسل خاموشی محسوس کر کے معاذ باتھ روم میں چلا گیا۔

مہشل کو نئے سرے سے رونا آگیا۔ کاش اس کا سامنا معاذ سے نہ ہوا ہوتا۔ کاش اس نے معاذ کو ہرانے کا عہد نہ کیا ہوتا، کاش اس روز وہ گل کے گھر نہ جاتی، کاش خاور بھائی کے سامنے وہ چند الفاظ اس کے لبوں کی گرفت سے آزاد نہ ہوتے۔ کتنے سارے کاش نے اس کا احاطہ کر لیا تھا۔ افسوس صد افسوس جس شخص کو اس نے ہیرا سمجھا تھا، وہ تو عام سا پتھر تھا۔ پرلے درجے کا گھٹیا اور شقی القلب شخص۔

"میں ایک پل بھی مزید اس کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ مجھے شاید اس بات کی سزا ملی ہے جو میں یونیورسٹی فیلوز کو محبت کا جھانسہ دے کر ان کے تڑپنے کا نظارہ کرتی رہی ہوں۔ کتنا بڑا دھوکا ہوا ہے میرے ساتھ مگر میرا جرم اتنا بڑا تو نہیں ہے، جتنی زیادہ سزا مجھے ملی ہے۔ مما آئیں، میں انہیں بتاؤں گی۔" معاذ باتھ روم سے برآمد ہوا تو اس نے فوراً آنسو صاف کر لیے۔

"میرے بارے میں ہی سوچ رہی تھیں نا، شاید ایک ایک کو میری بدسلوکی کے بارے میں بتانے کا ارادہ ہے۔ کہیں اخبار میں اشتہار چھپوانے کا پروگرام تو نہیں ہے۔ جس پہ جلی حروف میں سرخی جمائی گئی ہو۔ "اکیسویں صدی کی مظلوم عورت۔" اگر ایسا سوچ رہی ہو تو اس پہ عمل مت کر بیٹھنا۔" اب کے معاذ کا لہجہ بہت سخت تھا۔

دس بجے کے قریب شازیہ اور اس کی دوسری سہیلیاں آگئیں۔ معاذ نے ہنس کر خوش دلی سے ان کا استقبال کیا اور بے باک جملوں کا بڑی برجستگی سے جواب دیتا رہا۔ گل ناشتہ لائی تو مہشل نے بمشکل تمام چند لقمے لیے، البتہ معاذ نے ڈٹ کر ناشتہ کیا۔

مہشل کے چہرے سے صاف عیاں تھا اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ گل نے ڈسپرین کی دو گولیاں پانی کے ساتھ لا کر دیں تو وہ بہت ممنون ہوئی پھر نہ جانے کب نیند نے اسے دبوچا، اسے خبر ہی نہ ہوئی۔ پانچ بجے کے قریب صدیقہ بیگم نے اسے جگایا کہ وہ خاور کی بارات میں جانے کے لیے تیاری کرے۔ گل نے اس سلسلے میں اس کی مدد کی۔ کل کی طرح آج بھی وہ اچھی لگ رہی تھی مگر شوخی و بے باکی اس کے سراپے

سے آج مفقود تھی۔ نگاہیں بھی انجانے خوف سے جھکی ہوئی تھیں۔ پوری تقریب میں وہ خاموش ہی رہی۔

شانزے نند نے بھی اس خاموشی کو نوٹ کیا۔ "کیا بات ہے' ایک رات میں ہی بدل گئی ہو۔ کسی کو لفٹ ہی نہیں کروا رہی ہو۔"

گل پاس ہی تھی' ورنہ وہ ضرور اس کا جواب دیتی۔ محض مسکرا کر رہ گئی۔ خاور کی دلہن گھر آ گئی۔ سب اس کی پذیرائی میں لگے ہوئے تھے۔

خاور بہت خوش لگ رہا تھا۔ راحت سے اس نے جی جان سے محبت کی تھی۔ بس راحت کی پڑھائی ظالم سماج بنی ہوئی تھی۔ جوں ہی وہ فارغ ہوئی' خاور نے شادی کی جلدی مچا دی۔ اب راحت اس کے خوابوں کی تعبیر بنی اس کے پہلو میں تھی۔ میشل کو لگ رہا تھا' وہ یہاں ہوتے ہوئے بھی اس بھرپور منظر کا حصہ نہیں ہے۔

سب کے چہرے پرسکون اور مطمئن تھے۔ ایک اسی کے اندر بھانبھڑ جل رہے تھے۔

اس کا واپسی کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ جی چاہ رہا تھا' ابھی چیخ چیخ کر بھرے پرے گھر میں معاذ کے چہرے پہ پہنا نقاب اتار دے۔ اس کے سب بھائی' پپا' مما اور بھابھیاں معاذ کے آگے بچھے بچھے جا رہے تھے۔

مما کمرے میں نئی دلہن کے پاس گئیں تو میشل بھی ان کے پیچھے چلی گئی۔ سب بہت خوش لگ رہے تھے۔

"گل! دیکھو' میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" اس نے روہانسے لہجے میں پاس سے گزرتی گل کو روک لیا۔ یہ اعلان تھا اس بات کا کہ مما بھی لاڈلی بیٹی کی خاموش فریاد سن لیں۔

وہ اس کے پاس چلی آئیں۔ "تمہیں تو سچ مچ ٹمپریچر ہے۔ اگر تمہاری طبیعت یونہی خراب رہی تو کل کے فنکشن میں شرکت کیسے کرو گی؟"

ذرا سی دیر میں ہی سب اس کے پاس چلے آئے۔ معاذ کو بھی خبر ہو گئی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں' شاید کسی کی نظر لگ گئی ہے۔" وہ مما کے اس تبصرے پہ خاموش ہی رہی۔ خاور بھی سب کچھ چھوڑ کر بہن کے پاس آ گیا۔

"میں ابھی ڈاکٹر ممتاز کو فون کرتا ہوں۔" وہ فون کی طرف لپکا تو معاذ نے نرمی سے روک دیا۔

"ہم گھر جا رہے ہیں' وہیں ڈاکٹر آ جائے گا۔" خاور رک گیا۔ معاذ کے اس جملے کے بعد کسی بات کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ میشل کی خاموش نگاہیں فریاد کرتی رہ گئیں۔ "آپ سب مجھے بھیڑیے کے بھٹ میں بھیج رہے ہیں' جس نے انسانی شکل کا نقاب پہن رکھا ہے۔" اس کی ساکت چیخیں اندر ہی اندر گھٹ کر رہ گئیں۔

اس کی واپسی کے دس منٹ بعد ڈاکٹر بھی آ گیا جو معاذ کا پرانا دوست تھا۔ ڈاکٹر شہریار۔

"یکایک آپ کو کیا ہو گیا ہے' کل تک تو آپ بہت خوش و خرم تھیں بھابھی صاحبہ!" شہریار بے تکلفی سے بولا تو وہ دانتوں سے لب کچلنے لگی۔

"میرے خیال میں آپ کو مکمل آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔" وہ مشورہ دے کر رخصت ہو گیا۔ صدیقہ بیگم نے دودھ کے ساتھ اسے دوائی دی تو چند منٹ بعد ہی اس کی پلکیں بوجھل ہو گئیں۔

صبح ولیمے کی تقریب میں وہ خود کو قدرے پرسکون محسوس کر رہی تھی۔

شام کو مما اور تینوں بھابھیاں اسے لینے آ گئیں کیونکہ خاور کا ولیمہ رات کو تھا۔ وہ پوری تیاری سے رخصت ہوئی۔ اب اسے اس گھر میں آنے کی کوئی تمنا نہیں تھی' نہ معاذ کی شکل دیکھنے کی۔

اپنے گھر میں آتے ہی اس کی زندہ دلی لوٹ آئی۔ رات گئے وہ راحت اور خاور کے ساتھ شوخیوں میں مصروف رہی۔ مما کو ہی اسے سونے کے لیے کہنا پڑا۔ معاذ اس کے کمرے میں اس کے بستر پہ نیم دراز تھا۔ میشل کے تو تلووں میں لگی اور سر پہ بجھی۔ سسرال میں دو دن اس نے سہم سہم کر گزارے تھے۔ اس کی ساری بہادری اس کے وجود میں پھر سے جمع ہو گئی۔

"میں یہاں نہیں سوؤں گی۔" اس نے دانت پیستے ہوئے ایک ایک لفظ ادا کیا اور واپسی کے لیے مڑی۔ معاذ اس سے پہلے دروازے تک پہنچا اور لاک گھما دیا۔

"کیوں مجھ سے اتنی جلدی دل بھر گیا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو میشل تن کر اس کے سامنے آ گئی۔

"میں تمہیں اب ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتی' نہ تمہاری شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"اب تو مجبوری ہے۔"

"میں کسی مجبوری کو نہیں مانتی۔"

"مگر اب تو ماننا پڑے گا کیونکہ اپنی فرینڈز کے سامنے تم نے مجھے ہرانے کا عہد کیا تھا۔ میں ذرا الٹی کھوپڑی کا آدمی ہوں۔ چپ چاپ یہاں سو جاؤ' تمہاری طرح مجھے بھی تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو۔؟"

"بالکل سو فیصد سچ۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"تو اس دن وہ سب کیا تھا؟"

"تمہارا اپنا کہا تمہارے سامنے آ گیا تھا۔" وہ مزے سے بولا تو میشل نے خاموشی میں ہی عافیت محسوس کی۔

❋ ❋ ❋

معاذ نے اپنے وعدے کے مطابق سچ مچ اس سے لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔ سب کے سامنے وہ اس سے اچھے طریقے سے ہی پیش آتا۔ میشل صبح ناشتے کے بعد میکے فون کرتی' ڈرائیور کے ساتھ چلی جاتی۔ سارا دن وہاں گزار کر شام کے بعد ہی آتی۔ مسلسل ایک ماہ سے وہ اسی معمول پہ کاربند تھی۔ یہاں تک کہ معاذ کی پوسٹنگ اسلام آباد ہو گئی۔ اس نے رونا دھونا مچا دیا کہ اپنے گھر والوں سے دور نہیں جانا۔ اس کی امی اور ابا ہی نے نہیں' خاور نے بھی بہت سمجھایا۔ وہ سنبھلنے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔

آخر کار معاذ نے ٹرمپ کارڈ استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"میشل! تمہیں میرے چنگل سے آزادی چاہیے یا نہیں؟" اس نے فوراً" اثبات میں سر ہلایا۔

"تو پھر میرے ساتھ فوراً" چلو۔ یہ بات یاد رکھنا کہ انکار کی صورت میں' میں زبردستی بھی تمہیں لے جا سکتا ہوں اور کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ نہ تمہارے ڈیڈی' نہ مما اور نہ بھائی جن پہ تم بہت اتراتی ہو' پھر سچ مچ تمہاری زندگی میں قابل رحم بنا دوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ سیدھی طرح مان جاؤ۔"

"اگر میں یہ تمام باتیں پپا کو بتا دوں تو؟" معاذ کی دھمکی نے اسے لرزا دیا۔

"تو میں تمام باتوں سے مکر جاؤں گا مگر تم اپنا عبرت ناک انجام یاد رکھنا کیونکہ میرے تعلقات جن لوگوں سے ہیں' تم ان کے بارے میں تصور تک نہیں کر سکتیں۔"

معاذ کے ٹھنڈے لہجے نے اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

"میں تمہارے ساتھ اسلام آباد جاؤں گی۔" اس نے اتنی جلدی رنگ بدلا کہ معاذ بھی حیران رہ گیا۔

ان کے جانے کی وجہ سے الوداعی دعوتیں دھڑا دھڑ ہو رہی تھیں۔ اس نے دکھے دل کے ساتھ جانے کی تیاری کی تھی۔ صدیقہ بیگم' ریاض انکل' گل' اس کی بڑی نند' میشل کے گھر والے سب رخصت کرنے ایئرپورٹ تک آئے تو پپا کے گلے لگتے ہوئے آخری بار اس کا جی چاہا کہ انہیں معاذ کے بارے میں سب کچھ بتا دے لیکن کیا بتائے؟ وہ سب سے ہنس ہنس کر مل رہا تھا۔ پپا نے بڑی گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا۔

"میں میشل کے بارے میں اب بالکل بھی فکرمند نہیں ہوں۔" وہ ریاض قریشی اور صدیقہ کی طرف رخ کر کے بولے تو میشل خاموش فریاد کناں نگاہوں سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

❋ ❋ ❋

وہ ابھی ابھی اسلام آباد پہنچے تھے۔

میشل گھر کا سرسری سا جائزہ لے کر ایک کمرے

میں ڈھیر ہوگئی۔ گھر صاف ستھرا تھا۔ ہر چیز قرینے سے سیٹ تھی۔ لگ رہا تھا صفائی اور جھاڑ پونچھ باقاعدگی سے ہوتی رہی ہے۔

وہ وہیں بیٹھے بیٹھے سوگئی۔ معاذ کے آواز دینے سے اس نے مندی مندی آنکھوں کو بمشکل کھولا تو کمرے کی لائٹ جل رہی تھی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ باہر پہاڑوں پہ رات اتر آئی ہے۔

"آنکھیں اور ذہن کھولو' میری بات غور سے سنو۔" اجنبی تیور اور سرد لہجہ۔ میشل فوراً" سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ "جہاں پہ تم اس وقت موجود ہو' یہ تمہارا کمرہ ہے۔ تم یہاں اطمینان سے رہ سکتی ہو کیونکہ میں اپنے اردگرد تمہاری موجودگی برداشت نہیں کرسکتا۔"

"میں بھی تمہاری موجودگی پسند نہیں کرتی۔" وہ ترکی بہ ترکی بولی تو معاذ کے تیور بگڑ گئے۔

"آج آخری بار اس بدتمیزی کے لیے معاف کیا ہے' آئندہ احترام سے بات کرنا۔ میں شوہر ہوں تمہارا' نوکر نہیں ہوں۔" اس نے وارننگ دی تو میشل یک لخت چپ ہوگئی۔ "یہاں تمہیں میرے طریقے کے مطابق زندگی گزارنی پڑے گی۔ پہلے والے عیش بھول جاؤ۔"

"وہ جو تم نے وہاں کہا تھا کہ تمہیں میرے چنگل سے آزادی چاہیے یا نہیں۔ اس کا کیا ہوگا۔" اس نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا تو معاذ نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"تم نے اپنی فرینڈز کے ساتھ میرے بارے میں شرطیں لگائی تھیں نا' اگر میں بھی ایک شرط لگاؤں تو۔۔۔" جانچتی نگاہ سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"مم۔۔۔ مم۔۔۔ میں ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔"

"سوچ لو۔؟"

"سوچ لیا۔"

"ہر بات میں اتنی عجلت پسندی اچھی نہیں ہوتی۔ میری بات پہ غور کرنا پھر جواب دینا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "کچن میں ملازمہ کھانا پکا رہی ہے' تیار ہو جائے تو آکر کھا لینا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میشل ہلتے پردے کو دیکھتی رہ گئی۔

اس نے اکیلے کمرے کو مالکانہ انداز میں دیکھا۔ دروازہ لاک تھا۔ وہ بے پروائی سے بستر پہ گر سی گئی۔ یہاں معاذ نام کا عفریت نہیں تھا۔ وہ جس طرح چاہے آرام سے سو سکتی تھی۔

"میں معاذ سے آزادی کے بعد کسی قدر دان سے شادی کروں گی۔" اس کی آنکھیں نئے خیال سے چمک اٹھیں۔

"میں اس سنگدل شخص کی ہر شرط قبول کرلوں گی۔ شاید اسے دولت و جائیداد کی ضرورت ہو' اس لیے شرط کی بات کہہ رہا ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو' دیکھ لوں گی۔" گھڑی کی ٹن ٹن نے اس کے خیالات کو درہم برہم کردیا۔ اس نے وال کلاک کی سمت دیکھا جو پورے گیارہ بجا رہا تھا۔

خلاف معمول صبح اس کی آنکھ جلدی کھل گئی۔ شاید یہ اجنبی ماحول کی وجہ سے تھا۔ اس نے زوردار انگڑائی لی۔ گلاس ونڈوز سے دھوپ کی کرنیں چھن چھن کر اندر آرہی تھیں۔ اس نے دوبارہ سونے کا ارادہ ملتوی کردیا۔

وہ کمرے سے باہر آئی تو اپنے سوا گھر میں کسی کی بھی موجودگی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے ساتھ والے کمرے کے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ کمرہ خالی تھا۔ بیڈ پر چادر سلیقے سے بچھی ہوئی تھی۔ ہر چیز اپنی جگہ قرینے سے دھری تھی۔ وہ کچن میں چلی آئی۔

اسے اب بھوک لگ رہی تھی۔ رات کو بھی بھوک نہ ہونے کی وجہ سے برائے نام کھایا تھا۔ شیلف پہ ہاٹ پاٹ دھرا ہوا تھا۔ چولہے پہ چائے کی کیتلی بھی جوں کی توں پڑی تھی۔ اس نے ہاٹ پاٹ کا ڈھکن اٹھایا۔ سینکے توس اور فرائی انڈے موجود تھے۔ چائے گرم ہی تھی۔ وہ وہیں بیٹھ کر کھانے لگی۔ کھانے کے بعد سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ چند سیکنڈ وہیں بیٹھ کر وہ غور کرتی رہی۔

"اگر میں چپ چاپ یہاں سے نکل جاؤں تو۔۔۔؟"

"نہیں نہیں اگر یہ اپنی دھمکی پہ عمل کر بیٹھا تو۔ یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔ مطلب نکالنے کے لیے گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔ کچھ عرصے کے لیے مجھے سب کچھ فراموش کرنا پڑے گا۔ آگے کی آگے دیکھی جائے گی۔ فی الحال تو چل کر گھر کا جائزہ لیا جائے۔"

اس نے ایک ایک کونے میں جھانکا۔ ایک ایک جگہ دیکھی۔ تھک ہار کر پھر بیٹھ گئی۔ معاذ کے کمرے میں اسٹریو پڑا ہوا تھا۔ ساتھ کیسٹ ریک تھا۔ وہ میوزک سے لطف اندوز ہونے لگی۔ پرانے گانے تھے۔ کچھ دیر بعد ہی وہ بور ہوگئی اور کیسٹ بدل دی۔ دوسری کیسٹ بھی صدیوں پرانے گانوں کی تھی۔ جھنجلا کر اسٹیریو آف کردیا۔ خوامخواہ وہ کپڑوں کی الماری کھول کر کھڑی ہوگئی۔ معاذ کے تمام کپڑے استری شدہ حالت میں لٹک رہے تھے۔ ایک دراز میں نقدی و کریڈٹ کارڈز' وزیٹنگ کارڈ کے ساتھ سیاہ ریوالور بھی پڑا تھا۔ گویا اس کا امتحان لے رہا تھا کہ آؤ مجھے اٹھاؤ استعمال کرو۔ میشل اسے ہاتھ لگاتے ہوئے ڈر رہی تھی۔ "اگر یہ میرے قبضے میں آجائے تو میں معاذ سے اپنی بے عزتی اور توہین کا بدلہ لے سکتی ہوں۔"

وہ ریوالور وہاں سے اٹھا کر کمرے میں چھپا آئی۔ بے چینی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں ابھی تک کانپ رہے تھے۔

وہ بارہ بجے کا وقت تھا جب بیرونی گیٹ آواز کے ساتھ کھلا۔ صفائی کرنے اور کھانے پکانے والی عورت معاذ کے ساتھ ہی آرہی تھی۔ میشل فوراً" سامنے سے ہٹ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ عورت جسے معاذ' ماسی رشیدہ کے نام سے مخاطب کررہا تھا' اسے بلانے آئی۔

"معاذ صاحب آپ کو بلا رہے ہیں' کھانا تیار ہے۔" دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ اچھل پڑی اور ماسی کو دیکھ کر بری طرح شرمندہ ہوئی۔

ماسی رشیدہ تمام کام سمیٹ کر رخصت ہوگئی۔

میشل نے ریوالور تکیے کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ وہاں سے نکال کر اس نے برآمدے میں پڑے استری اسٹینڈ پہ دھلے ہوئے کپڑوں تلے چھپا دیا۔ یہاں سے معاذ کو نشانہ بنانا آسان تھا۔ وہ اس کی طرف سے پیٹھ کیے کھلے آسمان تلے کرسی پہ بیٹھا ہوا تھا۔

میشل نے ڈرتے ڈرتے ریوالور دوپٹے کے نیچے چھپا لیا۔ وہ معاذ کے پیچھے چند فٹ کے فاصلے پہ کھڑی تھی۔ جب معاذ نے اچانک اس کی طرف رخ پھیرا۔ میشل کے ہاتھ سے وہ ریوالور اچانک چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ معاذ کی آنکھوں میں پہلے حیرانی اور پھر تنفر کے جذبات ابھر آئے۔

"خوب۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ تم مجھے قتل کرنا چاہتی ہو۔ یعنی مجھے راستے سے ہٹانا چاہتی ہو۔ اطلاعاً" عرض ہے کہ اس کا چیمبر خالی ہے۔ ایک گولی بھی نہیں ہے۔ تمہیں مایوسی ہی ہوتی' اب میری شرط بھی سخت ہوگئی ہے۔ میں نے تو تمہیں ریلیف دینے کا سوچ رکھا تھا۔ اب اس حرکت کے بعد تم کسی رعایت کے قابل نہیں ہو۔" معاذ نے چبا چبا کر ایک ایک لفظ ادا کیا۔

"تم نے میری غیر موجودگی میں میرے کمرے کی تلاشی لی' میری اجازت کے بغیر اور میرا ریوالور چرایا کیا مجھے ہی مارنے کے ارادے سے۔ تمہارے جرائم پہلے ہی کچھ کم سنگین نہیں ہیں۔ اپنے حسن کی رعنائیوں سے میرا ایمان ڈگمگانے کی کوشش کی۔ ریاض انکل اور خاور کے سامنے رو رو کر کہا کہ میں تمہیں نظرانداز کررہا ہوں۔ تم نے میرے ساتھ محبت کا ڈھونگ رچایا۔ ابو نے ریاض انکل کی لاڈلی بیٹی کی خواہش سے مجبور ہو کر مجھے بھی مجبور کردیا۔ اب جب شادی ہوگئی تھی تو تمہیں اچھی بیویوں کی طرح میرا دل جیتنا چاہیے تھا۔ میری خوشنودی حاصل کرنی چاہیے تھی' نہ کہ تم نے مجھے قتل کرنے کی ٹھان لی۔ آخر تم چاہتی کیا ہو۔"

"میں اب۔۔۔ آپ جو کہیں گے' وہی کروں گی۔"

"مثلاً کیا کرو گی؟"

"اچھی بیوی بن کر دکھاؤں گی۔"

"وہ کیسے؟" معاذ کا لہجہ اور انداز اسے پانی پانی کرگیا۔

"میں آپ کا دل جیتنے کی کوشش کروں گی۔"

"وہ کیوں؟"

"آپ جو کہہ رہے ہیں۔"

"بہت خوب' بہت خوب۔ یعنی میرے کہے کی حیثیت آپ کے نزدیک اتنی اہم ہو گئی۔"

معاذ دل کھول کر ہنسا تو اسے خفت کے مارے رونا آگیا۔ معاذ کی نگاہوں سے اس کے اشک پوشیدہ نہ رہ سکے۔

"چلو ٹھیک ہے' تم میرا دل جیت کر دکھاؤ۔ یہ سب سے آسان ترین شرط ہے۔" وہ گہری نگاہیں بغور اس کے چہرے پہ گاڑتے ہوئے بولا۔

"یہ تو بہت مشکل کام ہے۔"

"کیوں' مجھے یا میرے دل کو جیتنا کیوں مشکل ہے۔ تمہارے پاس ایک ہوشربا سراپا ہے' خوبصورتی ہے۔ اس کے باوجود بھی مجھے جیتنا مشکل ہے۔ یہ بات ہضم نہیں ہو رہی ہے۔ یہ چیزیں جس لڑکی کے پاس ہوں' وہ باآسانی کسی بھی کاٹھ کے الو جیسے مرد کو زیر کر سکتی ہے۔ اپنی ہر بات منوا سکتی ہے۔ تم یہی ارادے لے کر تو میرے گھر میں' میری زندگی میں شرعی رشتے سے بندھ کر آئی تھیں۔"

وہ نظریں ٹیبل کے کونے پہ جمائے بیٹھی رہی۔ معاذ کی کسی بھی بات کو جھٹلانا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

"آپ کو کیسے جیتا جا سکتا ہے؟" اس نے خاصا احمقانہ سوال کیا تو ایک بار پھر معاذ کو ہنسی آگئی۔

"اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہوتی تو اس سوال کا جواب مشکل نہیں تھا۔" وہ متاسف لہجے میں بولا۔

"میرے ذہن میں کچھ نہیں ہے' اگر آپ گائیڈ کریں تو۔" اس نے معصومیت کی حد کر دی تھی۔

"اچھی بات ہے' اب مجھے گائیڈ بھی کرنا پڑے گا۔"

"اگر میں آپ کی شرائط پہ پوری اتری تو آپ پھر کیا کریں گے؟"

"تم سوال بہت کرتی ہو۔ ویسے سوال خاصا دلچسپ ہے۔ ہو سکتا ہے میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گھر میں رکھ لوں۔"

"نہیں نہیں' آپ اپنی ہی بات بھول گئے ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر میرے ساتھ اسلام آباد چلو تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔" وہ گھبرا کر بولی۔ معاذ کا چہرہ چند ثانیے کے لیے سرخ ہو گیا لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور نارمل ہو گیا۔

"میں اپنی بات بالکل بھی نہیں بھولا ہوں۔ ویسے مجھ سے طلاق کے بعد تم کیا کرو گی۔"

"میں کسی اچھے سے آدمی سے شادی کروں گی جو مجھ سے سچ مچ محبت کرتا ہو گا۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو معاذ نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں اچھا آدمی نہیں ہوں' نمبر دو تم سے محبت نہیں کرتا پھر تم نے مجھ سے شادی کیوں کی؟" معاذ کا سوال چبھتا ہوا تھا۔ وہ خاموش ہی رہی۔ اس کی مسلسل خاموشی سے وہ اکتا گیا اور خود ہی بولا۔

"تمہارے پاس اس سوال کا جواب نہیں ہے' ہو بھی نہیں سکتا۔ بہرحال تم اچھی بیوی بننے کی پریکٹس شروع کرو' میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔" معاذ اٹھ کر ٹیرس پہ چلا گیا تو مہشل نے جان چھوٹنے پہ اطمینان کا سانس لیا۔

❁ ❁ ❁

وہ خاصی دیر سے ٹیلی فون پہ ہنس ہنس کر کسی سے بات کر رہا تھا۔ دو تین بار اس نے گل اور اماں کا نام لیا تو وہ جان گئی کہ معاذ گھر پہ بات کر رہا ہے۔ وہ بھی سب سے بات کرنے کے لیے بے تاب ہو گئی۔ معاذ فون کر کے ہٹا تو تیر کی طرح ٹیلی فون سیٹ کی طرف بڑھی۔ اس سے پہلے کہ وہ نمبر ڈائل کرتی' معاذ نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"کس کو فون کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں سب گھر والوں سے بات کرنا چاہ رہی ہوں۔ ایک بار بھی مجھے کسی نے نہیں پوچھا کہ زندہ ہوں یا مر گئی ہوں۔"

"تم فون پہ کسی سے بھی بات نہیں کرو گی۔ نہ میرے گھر والوں سے' نہ اپنے گھر والوں سے۔ یہ میرا حکم ہے۔" وہ رعب سے بولا تو مہشل افسردہ ہو گئی۔

"یہ آپ اچھا نہیں کر رہے ہیں۔" اس کے لیے دلی خواہش کو دبانا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ سب کی یاد بری طرح بے قرار کر رہی تھی۔ کوئی تو اپنا ہوتا جس سے وہ حال دل کہتی سنتی۔ معاذ سے بحث کرنے میں اپنا ہی نقصان تھا۔

"ایک بات واضح کر دوں' تمہیں ہر بات ماننا پڑے گی' خواہ وہ تمہارے نزدیک ناجائز ہی کیوں نہ ہو۔ کسی کی پسند میں ڈھلنے کے لیے اپنی خواہش کو مارنا پڑتا ہے۔ چونکہ یہ بہت مشکل عمل ہے' اس لیے اس کا صلہ بھی تمہیں تمہاری سوچ سے بڑھ کر ہی ملے گا۔ اس سے ایک اور شخص کو بھی فائدہ ہو گا' اس بے چارے کو میری طرح سر پہ ہاتھ رکھ کر رونا تو نہیں پڑے گا جسے آئندہ تم زندگی کا ساتھی چنو گی۔" معاذ زیر لب مسکرایا۔ مہشل ٹیلی فون سیٹ کے پاس سے ہٹ گئی۔ اس کا ذہن مسلسل معاذ کے موجودہ رویے میں الجھا ہوا تھا۔

وہ کہیں جانے کی تیاریوں میں تھا۔ استری شدہ لباس بیڈ پہ پڑا تھا۔ مہشل کاؤچ پہ تیمور از ایک کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ جب معاذ نے اسے شیو کے لیے پانی گرم کرنے کو کہا۔ پہلے پہل جب معاذ اسے اپنے ذاتی کاموں کے لیے کہتا تو اسے بہت غصہ آتا۔ اب رفتہ رفتہ وہ دل کی جلن پہ قابو پانے کی مشق کر رہی تھی۔ پہلے دن جب معاذ نے اسے جوتے ریک سے نکال کر لانے کو کہا تو اسے بہت غصہ آیا تھا اور کراہیت بھی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھوں کو کئی بار صابن سے دھویا' تب مطمئن ہوئی۔ اس کی شاہانہ طبیعت کو ایسے کام کتنے ناگوار گزرے تھے کاش کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔

طوعاً" و کرہاً" اس نے پانی گرم کر کے شیونگ مگ میں ڈالا اور لا کر معاذ کے سامنے رکھا جو تولیہ گردن میں ڈالے منتظر کھڑا تھا۔

"میری ٹائی بھی نکال کر رکھ دو۔ کپڑے بیڈ پہ پڑے ہوئے ہیں' اس کی مناسبت سے سلیکٹ کرنا۔" وہ اسے وہیں کھڑے دیکھ کر بولا تو وہ نپے تلے قدموں سے وارڈ روب تک گئی۔

اسکائی بلیو لائننگ والی شرٹ کے ساتھ ڈارک گرے ٹائی اس نے بہت ڈھونڈی۔ اس کوشش میں تمام کپڑوں کا حشر نشر ہو گیا۔ ساری الماری کا حلیہ بگڑ گیا۔ صاف لگ رہا تھا کسی کے اناڑی ہاتھوں کا کارنامہ ہے۔ بوکھلاہٹ میں اس نے تمام کپڑے باہر نکال دیے۔

"میں نے تمہیں ٹائی نکالنے کو کہا تھا' جوئے شیر لانے کو نہیں۔" معاذ گیلے جسم کے ساتھ گاؤن میں ملبوس اس کے پیچھے کھڑا تھا۔ اس کے سر کے بالوں سے ابھی تک پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ وہ کنگھی کرنے کے انداز میں سر میں ہاتھ چلا رہا تھا۔

"ایک چھوٹا سا کام تم سے نہیں ہوتا' تمہارا کیا بنے گا۔ لگتا ہے تم ایمانداری سے کام نہیں کر رہی ہو۔ ٹھیک ہے' مجھے کیا۔ پڑی رہو میری قید میں اور جھیلتی رہو صعوبتیں۔"

وہ بے نیازی سے کہہ کر ٹائی ڈھونڈنے لگا تو مہشل کی جان جل کر رہ گئی۔

"سارے کپڑوں کی استری خراب ہو گئی۔ انہیں دوبارہ استری کرو۔" وہ حکم دے کر چلتا بنا۔

معاذ اپنے تمام کام اس سے کرواتا۔ ماسی رشیدہ سارے گھر کی صفائی کرتی مگر معاذ کا کمرہ صاف کرنا مہشل کی ذمہ داری تھی۔ رشیدہ کھانا پکا کر چلی جاتی لیکن معاذ کے لیے تازہ روٹی وہ خود پکاتی۔ الٹی سیدھی جیسی بھی کچی پکی روٹی بنتی معاذ خاموشی سے کھا لیتا۔ اپنا تولیہ' کپڑے' جرابیں معاذ اپنے سامنے اس سے دھلواتا۔ نہاتے وقت ایک ایک چیز کے لیے اسے بار بار دوڑاتا۔ رات سونے سے پہلے اگلے دن کے بارے میں لمبی چوڑی ہدایتیں جاری کرتا۔

"ذرا سامنے سے کی چین تو اٹھا لانا۔" وہ جوتے پہن

رہا تھا۔ کی چین سامنے ہی تو پڑی تھی۔ وہ خود بھی ہاتھ بڑھا کر لے سکتا تھا۔ کپڑے چھوڑ کر مہشل کی چین اٹھا لائی۔ معاذ پرفیوم اسپرے کر رہا تھا۔ پینٹ شرٹ میں ملبوس میچنگ ٹائی لگائے وہ بہت اسمارٹ لگ رہا تھا۔ بال گردن سے اوپر فوجی اسٹائل میں ترشے ہوئے تھے جو اس پہ بہت سوٹ کر رہے تھے۔ مہشل نے اسے بے ارادہ توجہ سے دیکھا' دل نہ نہ کرنے کے باوجود اسے سراہنے لگا۔ اس بے نیازی پہ ہی تو وہ مرمٹی تھی اور اب سزا پوری کر رہی تھی۔ معاذ نے نظروں کی چوری پکڑ لی تھی۔ اس کے لب بے ساختہ مسکرائے۔ مہشل رخ موڑ کر استری اسٹینڈ کے پاس کھڑے ہو کر اس کے کپڑوں کے ساتھ کشتی کرنے لگی۔

پینٹ کی کریز کسی طرح بننے میں نہیں آرہی تھی۔

"سوچ رہا ہوں' تمہیں مری گھما لاؤں' کیونکہ کل تم نے بہت محنت کی ہے۔" معاذ کا لہجہ کافی دوستانہ رنگ لیے ہوئے تھا۔ مہشل کو اپنی سماعتوں پہ شبہ سا ہوا۔ کیونکہ جب سے وہ اسلام آباد آئی تھی۔ ایک بار بھی باہر نہیں نکلی تھی کسی پکنک پوائنٹ پہ جانا تو دور کی بات تھی۔ شاید وہ اس کے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔

"ہم کل چلیں گے' ویسے میں حساب کتاب درست رکھنے کا قائل ہوں' تم نے جس طرح کپڑے استری کرنے کی مہم سر انجام دی' اسے دیکھ کر میرا دل مثبت انداز میں سوچنے لگا ہے' ویسے ایک بات تو بتاؤ' کپڑے استری کرنا زیادہ مشکل ہے یا شوہر کو متاثر کرنا؟"

ایک طنزیہ مسکراہٹ معاذ کے لبوں سے چپکی ہوئی تھی۔ مہشل جواب دیے بغیر اس کے جملے کی تلخی کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرنے لگی۔

❁ ❁ ❁

مری کے سرسبز نظاروں نے مہشل کے ذہن پہ چھائی یاسیت کو کافی حد تک دور کر دیا۔ پھر معاذ بھی کافی بدلا بدلا لگ رہا تھا۔ وہ بڑے دوستانہ موڈ میں تھا۔ اس وقت جناح روڈ پہ ٹہلتے ہوئے وہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کر رہا تھا۔ مری کا آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ڈریم لینڈ ریسٹورنٹ کے سامنے رکتے ہوئے چائے پینے کی تجویز معاذ کی ہی تھی۔

محرابی شکل کی کھڑکیوں والے ریسٹورنٹ نے مہشل کو وہاں رکنے پہ مجبور کر دیا۔ ہر میز پہ موم کی شمعیں جل رہی تھیں۔ اس نے اپنے لیے کافی منگوائی۔

وہ ریسٹورنٹ سے جونہی نکلے' ہلکی ہلکی بوندوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سڑک کے دونوں جانب گہری کھائیوں کا سلسلہ تھا اور سامنے دھند میں لپٹا پہاڑ نظر آرہا تھا۔ اسی پہاڑ کے کنارے پہ واقع ایک ہوٹل میں معاذ نے اپنے لیے کمرا بک کروایا تھا۔

بارش تیز ہو گئی تھی۔ مہشل ہوٹل کی بالکونی میں چلی گئی۔ نیچے جھانکتے ہی اس کو چکر آنے لگے۔ زوردار بارش کی وجہ سے زیادہ فاصلے کی چیزیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ معاذ بھی کمرے سے نکل کر بالکونی میں آگیا۔

"اتنی بلندی سے تم نے کبھی بارش کو محسوس کیا ہے؟" مہشل کی محویت کو دیکھتے ہوئے اسے اپنا سوال بے معنی محسوس ہوا۔

وہ کیا کہتی' اس دلکش نظارے نے اسے مبہوت کر دیا تھا۔ اس نے ایک کتاب میں پڑھا تھا۔

"سفر انسان کو بدل دیتا ہے۔ اس کی شخصیت کے خفیہ و خفتہ گوشوں کو بے نقاب کر دیتا ہے۔ جن تک انسان کی خود بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔" یہ ہی کیفیت اس وقت اس پہ صادق آرہی تھی۔

پہاڑوں پہ رات اتر آئی تھی۔

ہوٹل کے ڈائننگ روم میں انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ بیرا بتا رہا تھا کہ آج مری میں عرصے بعد ایسی طوفانی بارش ہو رہی ہے۔ گرج چمک سے دل دہلا جا رہا تھا۔

مہشل کو دوبارہ بالکونی میں جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مطلع صاف ہونے کی امید نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ اپنا ساتھ لایا گیا واک مین نکال کر گانے سننے لگی۔ اسے افسوس سا ہو رہا تھا' خواہ مخواہ مری آگئی۔

جانے یہ شخص کس مقصد کے تحت اسے مری لایا تھا۔

معاذ نے کمرے میں رکھائی وی آن کرلیا۔ میشل اکتا سی گئی۔ بارش نے سارے پروگرام کا بیڑا غرق کر دیا تھا۔ وہ کمرے تک محدود رہنے پہ مجبور تھی۔ ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کی آواز آہستہ کرتے ہوئے معاذ اس کی طرف متوجہ ہوا وہ جمائیاں لے رہی تھی۔

"مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔"

"کون سی غلطی۔" میشل نے بال سمیٹتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔

"دوسرا کمرہ نہ لینے کی غلطی۔" وہ محظوظ سے انداز میں بولا۔ "میں الگ کمرے میں بہت سکون سے سوتا ہوں' تمہاری موجودگی میں مستقل ٹینشن سی رہتی ہے۔"

میشل کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو گیا۔ آج شاید پہلی بار معاذ کے لبوں سے نکلنے والے اپنے بارے میں اس ناپسندیدہ جملے نے اسے تکلیف پہنچائی تھی۔

"پھر آپ اس عذاب سے پیچھا چھڑا کیوں نہیں لیتے؟"

"اس سوال کا جواب پھر کبھی دوں گا۔" فی الحال تمہارے لیے ایک اور خوشخبری ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ گزشتہ جملے کے حصار سے نکلتے ہوئے بولی۔

"گل کی بات طے ہو گئی ہے۔ بہت جلد شادی ہے۔"

"کب طے ہوئی گل کی بات؟"

"گزشتہ ماہ۔"

"مجھے کسی نے بتایا تک نہیں۔"

"میرے آفس میں امی جان کا فون آیا تھا۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ معاذ اسے اب بتا رہا تھا جیسے وہ اجنبی گھر سے باہر کی فرد ہو۔

❁ ❁ ❁

لاہور واپسی کے سفر میں اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہی ہو۔ ابھی آنکھ کھلے گی اور یہ سہانا سپنا ٹوٹ جائے گا۔

سب سے پہلے اس کا سامنا صدیقہ بیگم سے ہوا۔ وہ یوں دوڑ کر ان کے گلے لگی جیسے صدیوں سے دور ہو۔ اس محبت پہ وہ نہال ہو گئیں۔ میشل کو رونا آ رہا تھا' لگ رہا تھا عرصے بعد کسی اپنے کی شکل دیکھ رہی ہو۔ اسی وارفتگی سے وہ گل سے ملی۔

"بہت کمزور ہو گئی ہو۔ رنگ بھی پیلا لگ رہا ہے۔ یہاں سے گئی تھیں تو یہ حالت نہیں تھی۔ لگتا ہے اسلام آباد کی آب و ہوا تمہیں راس نہیں آئی ہے۔" گل کا یہ تبصرہ معاذ نے بھی سن لیا۔

"بھئی! وہاں یہ ایک ظالم دیو کی قید سخت میں تھیں۔" معاذ کا شوخی سے کہا گیا جملہ اسے تیر کی طرح لگا۔

وہ بے چینی سے صبح کا انتظار کر رہی تھی۔

معاذ اسے خود میکے لے گیا۔ مما سے ملتے ہی اس کی آنکھیں برس پڑیں۔ بھائی' بھابھیاں' پپا سب کی محبت کی وہ جنم جنم سے جیسے ترسی ہوئی تھی۔ راحت بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس کا بھرا بھرا جسم آنے والی خوشخبری کا ابھی سے اعلان کر رہا تھا۔

معاذ دوسرے دن ہی اسلام آباد کے لیے واپس فلائی کر گیا۔ میشل نے اسے خدا حافظ کہنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

وہ میکے میں ہی تھی۔ اسے راحت سے ڈھیروں باتیں کرنی تھیں اور راحت کے پاس بھی اسے سنانے کے لیے لاتعداد قصے تھے۔ خاور کی محبتیں' خاور کی شوخیاں اس کے اظہار جذبات کے نت نئے انداز نے راحت کو اپنا اسیر کر رکھا تھا۔ مما' پپا بھی اس سے بہت خوش تھے۔ وہ ایک ذمہ دار بہو اور بیوی کا رول بخوبی نبھا رہی تھی۔ اپنی اکلوتی نند کے لیے بھی اس کے خیالات بہت مثبت تھے۔

نوکروں کے ہوتے ہوئے بھی وہ خاور کے ذاتی کام اپنے ہاتھ سے کرتی۔ اس روز میشل کو اسے خاور کے موزے' رومال اور ٹائیاں دھوتے دیکھ کر عجیب سا لگا۔

"بھابھی! رکھیں یہ سب' ملازم کس مرض کی دوا

ہیں۔"

"چندا! یہ سب میرے فرائض میں شامل ہے۔" اس نے نرمی سے کہا تو ایک بار پھر میشل کو حیرت ہوئی۔

"یہ اتنا اہم فریضہ تو نہیں ہے۔"

"میرے نزدیک یہی فریضہ اہم ہے۔ خاور کے یہ کام ملازم بے شک کر سکتے ہیں مگر جس محبت سے میں کرتی ہوں۔ وہ ان کے بس سے باہر ہے۔ پھر خاور بھی کہتے ہیں۔ تمہارے ہاتھوں سے کیے گئے ایک ایک کام میں مجھے تمہاری مہک محسوس ہوتی ہے۔ یقین کرو' ان کا یہ ایک جملہ سن کر میری ساری محنت وصول ہو جاتی ہے۔ میں رات کو ہی خاور کے آفس پہن کر جانے والے کپڑے پریس کر دیتی ہوں۔ صبح ایک خوشگوار سی ہلچل مچی ہوئی ہوتی ہے' خاور ذرا ذرا سے کام کے لیے مجھے آواز دیتے ہیں۔ یہ احساس ہی میرے لیے خوش کن ہے کہ وہ مکمل طور پہ مجھ پہ انحصار کرتے ہیں۔" اس کا ایک ایک لفظ خاور پہ اعتماد و اعتبار کا اظہار کر رہا تھا۔

میشل میکے آئی تو پرانی دوستوں سے ملاقات کا شوق بھی جاگ اٹھا' جس میں سرفہرست شازینہ تھی۔ گزشتہ مہینے شازینہ کی شیخ اسماعیل کے بیٹے کے ساتھ شادی ہو گئی تھی۔ شیخ اسماعیل کا کاروباری حلقوں میں بڑا نام تھا۔

شازینہ اسے گھر پہ ہی ملی۔ قیمتی کپڑوں میں ملبوس نفیس سا جیولری سیٹ پہنے شازینہ کسی بڑے آدمی کی بیوی نظر آ رہی تھی۔ مگر اس کا چہرہ بجھا بجھا سا اور بے رونق تھا۔

"شکر ہے' تمہاری شکل تو دیکھنے کو ملی۔ اس کے انداز سے پرانی اپنائیت مفقود تھی۔ جس کا سبب وہ شادی میں شرکت نہ کرنا سمجھی۔ اتنے بڑے گھر میں شازینہ صرف شوہر اور سسر کے ساتھ رہتی تھی۔ اس کی ساس حیات نہیں تھیں۔ ایک نند تھی وہ بھی شادی شدہ تھی۔ عاصم کے دونوں بڑے بھائی الگ رہتے تھے۔

شازینہ نے اس کی آمد پہ کافی اہتمام کیا تھا' بصد اصرار ایک ایک چیز کھلائی اور پھر اپنی شادی کی تصویریں اور مووی دکھائی۔ تصویروں میں دکھائی دینے والے عاصم کو دیکھ کر دھچکا سا لگا۔ شازینہ کے ساتھ وہ بالکل بھی تو سوٹ نہیں کر رہا تھا۔ پکا رنگ' چھدرے بال اور عام سے نقوش۔ اس کے مقابلے میں شازینہ کئی گنا دلکش اور خوب صورت تھی۔

"شازی! کیا واقعی تمہاری عاصم کے ساتھ محبت کی شادی ہے؟"

میشل کو یقین تھا۔ جواب نفی میں آئے گا۔ مگر اسے ہاں سن کر حیرت سی ہوئی۔

"عاصم مجھ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں' مگر اب شادی سے پہلے کی گئی حماقتوں کو سوچ کر ہی شرمندگی ہوتی ہے۔ میں آج کل ایک ایسے عذاب میں گرفتار ہوں کہ دن رات کانٹوں پہ بسر ہو رہے ہیں۔" اس کی آواز میں دبا دبا خوف صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ؟ مجھے صاف صاف بتاؤ۔" میشل اس کی اتری اتری صورت دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ شازینہ نے اٹھ کر ڈرائنگ روم سے باہر جھانکا پھر اسے اپنے بیڈ روم میں لے آئی۔

کافی دیر وہ سر جھکائے الفاظ کا انتخاب کرتی رہی' ادھر میشل کی بے قراری عروج پہ تھی۔

"تمہیں شہرام یاد ہے نا جو فاسٹ ایئر میں ہمارے ساتھ تھا۔ لمبے لمبے بالوں اور سرخ اسپورٹس کار والا۔" شازینہ نے یاد دلایا تو ایک دم اس کے ذہن کی اسکرین پہ شہرام کی شبیہہ لہرانے لگی جس کے ساتھ شازینہ نے دل لگی کی تھی اور وہ خود بھی کئی شرارتوں میں اس کی حصہ دار تھی۔

"میشل! وہی شہرام اب مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ روز ٹیلی فون کالز کرتا ہے کہ وہ میرے شوہر کو میرے تمام کرتوتوں سے آگاہ کر دے گا۔ سوچو تو' اس کے بعد عاصم کی نگاہ میں میری کیا عزت رہ جائے گی اور کیا خود عاصم سر اٹھا کر چلنے کے قابل رہے گا۔ وہ ایک سچا اور کھرا انسان ہے میں نے اس کی ہمراہی میں

محسوس کیا ہے کہ سچی محبت کیا ہوتی ہے؟ میں اپنی گزشتہ زندگی سے شرمندہ ہی رہتی ہوں۔ مجھے کوئی گائیڈ کرنے والا نہیں تھا۔ مما! میرے بچپن میں ہی مجھے چھوڑ گئیں۔ پپا کو اپنے بزنس سے ہی فرصت نہیں تھی۔ جو میرے دل میں آتا میں کرتی۔ برے بھلے کا فرق کسی نے سمجھایا ہی نہیں۔ اب احساس ہوتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا غلطیاں ہوگئی ہیں۔ تمہارے افیئرز تو پھر بھی بے ضرر قسم کے تھے۔ ہلکی پھلکی شرارتوں سے بات آگے نہیں بڑھی، مگر میں۔۔۔ میں کافی آگے چلی گئی تھی۔"

وہ تاسف سے ہاتھ مل رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ شازینہ کو کیسے تسلی دے۔

"میری مانو تو عاصم بھائی کو اعتماد میں لے کر ڈھکے چھپے الفاظ میں بتادو۔ مجھے یقین ہے، وہ تمہیں معاف کردیں گے۔"

"میشل! کیا تم واقعی بے وقوف ہو؟ اگر میں نے عاصم کو سب کچھ بتادیا تو ہو سکتا ہے کہ ان کی ساری محبت، نفرت میں بدل جائے اور وہ مجھے چھوڑ دیں۔"

"ڈونٹ وری! تمہیں ایک سے ایک اچھا لڑکا مل جائے گا۔"

اس نے مشورہ دے تو دیا، مگر بعد میں احساس ہوا کہ اس نے غلطی کی ہے۔ کیونکہ شازینہ کے چہرے پہ غصہ در آیا تھا۔

"تم اپنے حواسوں میں نہیں ہو شاید۔ طلاق یافتہ لڑکیوں کو اچھے کیا، برے لڑکے بھی نہیں ملتے۔ پھر عاصم بہت اچھے ہیں۔ انہوں نے شادی کے بعد یہ گھر میرے نام کردیا ہے۔ تمہیں کیسے بتاؤں، اس گھر کے ایک ایک چپے سے مجھے لگاؤ ہے۔ یہ میرا گھر ہے، شازینہ عاصم کا گھر۔ میرا خواب، میری آرزو، اس گھر سے وابستہ خواب اب میرے لہو میں دوڑ رہے ہیں۔ مجھے جس محبت، توجہ کی آرزو تھی عاصم نے وہ بھرپور طریقے سے مجھے دی ہے۔ تم کیوں چاہتی ہو یہ سب کچھ مجھ سے چھن جائے؟"

شازینہ کا لہجہ ہذیانی ہوگیا اور آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے۔

وہ شازینہ کو روتا ہوا چھوڑ کر واپس آگئی تھی۔

گھر آئی تو جواد انکل اسے لے جانے کے لیے بیٹھے تھے۔ "ہماری بیٹی واپسی کا رستہ بھول گئی ہے شاید۔" انہوں نے لطیف سی چوٹ کی تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

* * *

اگلے چند روز کافی مصروف گزرے۔ گل کی شادی قریب تھی۔ جواد انکل صرف انتہائی ضروری چیزیں بیٹی کو جہیز میں دے رہے تھے۔

معاذ اسلام آباد سے واپس لوٹا تو گل کا نکاح عاطف کے ساتھ مسجد میں ہوا۔ تین دن بعد رخصتی تھی۔ گھر میں مہمانوں کی موجودگی سے کافی رونق تھی۔ لڑکیاں تالیاں بجا بجا کر گانے کا ارمان پورا کررہی تھیں۔

میشل نے نوٹ کیا کہ نکاح جیسا مقدس فریضہ کسی دھوم دھڑکے اور شوبازی کے بغیر ہی ادا کیا گیا۔ ڈھیروں رسموں کا کوئی گھن چکر نہیں تھا۔ وہ استعجاب کے گہرے سمندر میں غرق تھی۔ اس کا اظہار اس نے اپنی مما سے بھی کیا۔ معاذ پاس ہی موجود تھا۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ نکاح سب سے زیادہ بابرکت ہوتا ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو۔ میں نے پہلے بھی دونوں بہنیں اسی طریقے سے بیاہی ہیں اور اللہ کا شکر ہے وہ اپنے گھروں میں خوش و خرم ہیں۔ میرے خاندان میں تمام لڑکیوں کی شادی سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مطابق کی گئی ہے اور ہم اسی میں مطمئن ہیں۔" معاذ کا ٹھنڈا اور پرسکون لہجہ مما کے ساتھ ساتھ میشل پہ بھی گھڑوں پانی ڈال گیا۔

رخصتی کے دن گل کو گھر پہ ہی سنوارا گیا۔

میشل کو اعتراف کرنا پڑا کہ گل سے خوبصورت دلہن اس نے شاید ہی کبھی دیکھی ہو۔ حالانکہ اسے کسی مستند بیوٹیشن نے نہیں سنوارا تھا نہ میک اپ کے بے شمار لوازمات اس کے چہرے پہ آزمائے گئے

...ھر بھی اس کے چہرے پہ کتنی چمک اور حوروں کا ...قدس تھا۔ وقت رخصت گل کے پورے جسم کو ...بڑی چادر سے ڈھانپا گیا اور پھر معاذ نے اسے ...ی میں بٹھایا۔ بہن کے فرض سے سبکدوشی کی ...ور اطمینان بخوبی اس کے چہرے سے محسوس کیا ...تا تھا، جس میں گل سے جدائی کا ملال بھی شامل

...ور نے اسے گل کی شادی کی مبارکباد دی۔

"معاذ بھائی! آپ نے تو ایک روشن مثال قائم کی ...بے جا نمود و نمائش اور اسراف سے جس طرح ...بچے ہیں وہ قابل تعریف ہے۔ سچ مچ میں تو آپ ...ورے خاندان سے بے حد متاثر ہوئی ہوں۔ میں ...می اور پپا کو اس سلسلے میں کنوینس کروں گی کیونکہ ...بعد ہی میری چھوٹی بہن کی شادی ہے۔ میں چاہوں ...بہن کی شادی گل کی طرح سادگی سے ہو۔" یہ ...ت بھی معاذ کی تعریف میں رطب اللسان۔

...بھابھی! یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے ...گرد موجود سفید پوش والدین کی بچیوں پہ نظر ڈالیں ...کی شادیاں صرف اور صرف روپے پیسے کی کمی کی ...ے نہیں ہو رہی ہیں۔ وہ جہیز کے نام پہ بیٹیوں کو ...ن تعیشات نہیں دے سکتے۔ اس محرومی کی وجہ ...ان کی بیٹیاں گھر بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو رہی ہیں۔ ...کی شادی پہ کوئی مہندی، مایوں وغیرہ کی رسم نہیں ...ی ہے۔ نہ مووی فوٹوگرافی اور دیگر فضولیات میں ...ل روپیہ خرچ ہوا ہے۔ جو روپیہ بچا ہے اس سے دو ...لڑکیوں کی باآسانی شادی ہو سکتی ہے۔ اگر ہم اپنے ...کسی اور کے بارے میں بھی دل سوزی سے ...ہیں تو ایک روپیہ بھی فالتو خرچ کرتے ہوئے ...یں۔"

معاذ کے گہرے لہجے سے معاشرے کی خود غرضی کا چہرہ عیاں ہو رہا تھا۔

معاذ کی خالہ کی بیٹی صدیقہ بیگم کے پاس تھی جن کا ...ر شر بہت کم ہو گیا تھا۔ انہوں نے گل کی جدائی کا ...اثر لیا تھا۔ میشل نے فوری علاج کے لیے گلوکوز ملے پانی میں نمک ملا کر انہیں پلایا۔ ان کے پاس بیٹھ کر ان کا سر دباتے ہوئے میشل کو بہت اچھا لگا۔ وہ اسے گل کی طرح ہی چاہتی تھیں۔ وہ سوگئیں تو میشل ان کے پاس سے چپ چاپ اٹھ آئی۔

سارے مہمان جاچکے تھے، صرف میشل کی بڑی نند بچوں سمیت رک گئی تھیں۔ صبح انہیں بھی چلے جانا تھا۔ معاذ، افشاں کی ڈھائی سالہ مومنہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

میشل کو شدید نیند آرہی تھی۔ تیسرا دن تھا نیند پوری ہونے میں ہی نہیں آرہی تھی۔ بیڈ پہ مومنہ، معاذ کے ساتھ شرارتوں میں لگی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ چہلیں کرتے ہوئے وہ بالکل گھریلو سا مرد نظر آرہا تھا۔ میشل کو دیکھ کر وہ ہرنی کی طرح قلانچیں بھرتی باہر بھاگ گئی۔

"امی سو گئی ہیں؟" اس نے تکیہ سیدھا کرکے نیم دراز ہوتے ہوئے پوچھا تو میشل نے اثبات میں جواب دیا۔

"جی سو گئی ہیں۔ میں نے آتے ہوئے ان کا بی پی چیک کیا تو نارمل تھا۔" اس کا لہجہ عام سا تھا۔

"بہت سعادت مند بہو بن گئی ہو۔ لگتا ہے اب جلد ہی تمہاری خواہش پوری کرنی پڑے گی۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کون سی خواہش۔۔۔؟"

"مجھ سے رہائی والی۔ آفٹر آل میری قید میں قابل رحم زندگی گزار رہی ہو۔ تمام خوشیوں کے دروازے تم پہ بند ہوگئے ہیں۔" معاذ نے جان بوجھ کر اپنے لہجے کو دکھی سا بنا لیا۔

"اگلی بار جب واپس آؤں گا تو تم آزادی کی فضا میں سانس لوگی۔ تب تک انتظار کرو، خواب دیکھو۔ اگر تمہیں ناگوار نہ گزرے تو کیا میرا سر دبا سکتی ہو۔ ویسے میں سر درد کی گولی بھی کھا سکتا ہوں مگر تمہارے ریشمی ہاتھوں کا لمس محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز ہری اپ!" وہ حکم دے کر اسے دیکھنے لگا۔

معاذ کی نیم وا آنکھوں میں کچھ ایسا تاثر ضرور تھا

جس سے وہ ایک لمحے کے لیے خوش فہمی کا شکار ہوگئی۔ پہلے دن کے بعد سے اب تک معاذ نے اپنے وعدے کے مطابق اسے کسی اجنبی سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ وقتاً "فوقتاً" معاذ کے کہے گئے جملوں کو وہ سوچتی تو سو سو معنی نکالتی۔

"جب تم یہاں سے چلی جاؤ گی تو مجھے بہت یاد آؤ گی۔ خاص طور پہ تمہارے ہاتھ' ویسے تمہارا دل چاہ رہا ہے نا میری گردن دبانے کو۔ افسوس تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ اگلی بار میرا کمرا اکیلا ہوگا اور تمہاری یادیں ہوں گی۔"

(جھوٹے' دھوکے باز کہیں کے)

اس کا ہاتھ معاذ کے سر کے بالوں میں پھنسا ساکت ہوگیا۔ یہ کیسے ممکن تھا معاذ کی قربت کی آنچ اسے محسوس نہ ہوتی۔ وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ ایک ایک نقش کو اگر وہ چاہتی تو محفوظ کر لیتی۔

معاذ آرام دہ شلوار قمیص میں ملبوس آستینیں کہنیوں تک موڑے اسے روز اول کی طرح ناقابل رسائی محسوس ہوا۔

"تھک گئی ہو' لگ رہا ہے میرا سر دبانا تمہیں اچھا نہیں لگا ہے۔" معاذ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے پتا ہے میں تمہارے لیے کچھ ایسا پسندیدہ فرد نہیں ہوں۔ تمہاری گڈ بکس میں شامل نہیں ہوں۔" معاذ نے اس کے بازو کو ہولے سے جھٹکا دیا۔ اب وہ اس کی آنکھوں کے رنگ اور تاثر کو پہلے سے بھی قریب سے دیکھ سکتی تھی۔ معاذ کے ملبوس سے اٹھتی سحر انگیز مہک' اس کا انوکھا سا لمس اور میشل کا اس کی گرفت میں لرزتا ہاتھ۔ اندر کا موسم اتنی تیزی سے تبدیل ہوا کہ یہاں سے وہاں تک باد نسیم چلنے لگی۔

معاذ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"جانے سے پہلے لائٹ آف کرتی جانا۔" معاذ نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک سپنا چھناک سے اس کی آنکھوں میں ٹوٹا۔

وہ صبح جا رہا تھا۔

"کسی نہ کسی طرح یہ چند ہفتے گزار لو' واپس آتے ہی ہمیشہ کے لیے تمہیں تمہارے مما پپا کے بھجوا دوں گا۔"

جاتے جاتے معاذ نے پھر اسے تسلی دی تو اس میشل کی روح بری طرح بلبلائی۔ "کیا تھا اگر یہ نارمل ہو کر اس سے بات کرتا۔"

* * *

اس کی اداسی کو دیکھتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے صدیقہ بیگم نے اسے میکے جانے کو کہہ دیا' مگر حیرت انگیز طور پہ پہلی بار' ہاں پہلی بار میشل نے پوری اور محبت سے کہا۔

"کہ آپ اداس ہو جائیں گی۔ کل اپنے کمرے ہو چکی ہے۔ آپ اور انکل دونوں اکیلے رہیں گے آپ دونوں کو چھوڑ کر جانا مناسب نہیں لگ رہا۔" اس کے یہ الفاظ ان سے' اس گھر سے اپنائیت سادہ سا اظہار تھے۔

رات کو وہ صدیقہ بیگم کے کمرے میں ہی بیٹھ گئی وہ عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ میشل ان کے بستر لیٹ گئی۔ انہوں نے نماز اور وظائف سے فارغ مصلا تہہ کیا۔ میشل ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

"آنٹی! ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو' سو باتیں پوچھو' ہاں پر مجھے آنٹی نہ کہا کرو معاذ کی طرح امی کہا کرو' مجھے اس لفظ آنٹی سے بڑی ہوتی ہے۔"

"ٹھیک ہے اب آپ کو امی ہی کہا کروں گی۔" پھر تھوڑا رک کر سوچتے ہوئے بولی۔

"یہ بتائیں مرد کا دل کیسے جیتا جا سکتا ہے؟"

"خود کو ہار کر۔" اس نے جتنی بے چینی سے سوال کیا تھا اتنی ہی رسانیت اور سکون سے جواب ملا' وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

"مجھ سا نادان روئے زمین پہ کوئی ہوگا' صرف شکل اور حسن کے بل بوتے پہ معاذ کو غلام بنانا چاہتی تھی۔ اس شخص کے لیے یہ دونوں چیزیں بے کار ہیں اگر

بعد میں بھی میرے قریب ضرور آتا۔ اس نے بھی اپنی قربت کا اعزاز مجھے اس لیے بخشا ہوگا ے دماغ سے خناس نکل جائے۔"

خود سے سوال جواب کرکے اپنا محاسبہ کر رہی

ں کے اجنبی دل پذیر لمس نے میشل کے جذبوں کو کل شب بیدار کر دیا تھا۔ وہ جذبے جو وں میں ہلچل مچاتے ہیں۔

نظر انداز کرنے کے قابل تو نہیں تھا۔ اس کے تو سوئی آنکھوں کو جگا چکے تھے۔

"آج یہاں میرے پاس ہی سو جاؤ۔" اسے ے کی طرف بڑھتے دیکھ کر صدیقہ بیگم نے پکارا ٹ گئی۔

* * *

معاذ کے میلے کپڑے باتھ روم میں ہنوز لٹکے ہوئے کمرا صاف کرتے ہوئے اس نے تمام فالتو چیزیں یں تو معاذ کے کپڑوں کو دیکھتے ہی کسی یاد نے دل میں لی۔

"میرے کپڑے تم خود دھوؤ گی۔ میرے کام تمہیں ہاتھوں سے کرنا پڑیں گے۔"

یوں لگ رہا تھا جیسے معاذ نے ابھی ابھی یہ حکم دیا اس نے ہینگر سے معاذ کا کرتا اتار لیا۔

"میں خاور کے کام خود کرتی ہوں اس سے مجھے ن کا احساس ہوتا ہے۔" راحت اس کے کان کے بولی۔

"عاصم نے یہ گھر میرے نام کر دیا ہے۔ اس نے وہ محبت اور توجہ دی ہے جو مجھے چاہیے تھی۔ م میری محبت' میری آرزو' میرا خواب ہے۔" زینہ رو رہی تھی۔

"اس بار واپس آؤں گا تو تمہیں آزاد کر دوں گا۔" معاذ تھا۔ راحت' شازینہ اور معاذ وہ تینوں کی اوں کے گھیرے میں تھی۔

"بھلا کیا ہوں میں؟" زندگی کے آنے جانے والے دنوں کے آگے بے شمار سوالیہ نشان اس کا منہ چڑا رہے تھے۔ "معاذ کے ارادوں سے لگ رہا ہے۔ وہ ضرور مجھے اپنی زندگی سے کتاب کے بوسیدہ اوراق کی طرح نکال پھینکے گا۔ کتاب سے صفحات پھاڑ کر نکال دیے جائیں تو پڑھنے والے کے لیے وہ کشش نہیں رہتی چند صفحوں کے غائب ہو جانے سے کہانی کا تاثر اور تسلسل ختم ہو جاتا ہے۔"

ہاتھ کے پیالے پہ چہرہ ٹکاتے ہوئے اس کی آنکھیں انجانے جذبوں کی یورش سے دھواں دھواں ہونے لگی تھیں۔

* * *

گرمیوں کی آمد آمد تھی۔ راحت اور مما دونوں بازار جا رہی تھیں۔

"میشل! تم بھی تیار ہو جاؤ۔"

مما نے اسے ٹی وی لاؤنج میں نیم دراز چینل پہ چینل بدلتے دیکھ کر کہا تو اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ انہیں دوبارہ اپنی بات دہرانی پڑی تو وہ چونک گئی اور خالی خالی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

(معاذ تم نے میری لاڈلی پہ کیا جادو کر دیا ہے' تمہاری غیر موجودگی سے کتنی ویران لگنے لگی ہے' لگتا ہے میں کسی اجنبی میشل سے مل رہی ہوں۔ شاید اسی لیے تم نے اسے اسلام آباد ساتھ لے جاتے وقت کہا تھا۔ مما آپ روز روز میشل کو فون مت کیجیے گا۔ یہ آپ سے اتنی محبت کرتی ہے۔ وہاں رہ نہیں پائے گی۔ اب یہ تمہاری جدائی میں کتنی ڈسٹرب ہے۔ اسے دیکھ کر میرا دل ہولنے لگتا ہے)

وہ کھوئی کھوئی میشل کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔

"میں کہہ رہی ہوں ہمارے ساتھ شاپنگ کے لیے چلو اپنے لیے لان کے نئے پرنٹ خرید لینا۔"

"مما! میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ آپ خود ہی لے آئیں۔"

"تم اتنی ڈل کیوں ہو گئی ہو۔ اٹھو فوراً" کپڑے بدلو

اور حلیہ درست کرو۔" انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی اٹھایا۔

"میں نے کہا نا' میرا جی نہیں چاہ رہا ہے۔ میں گھر واپس جاؤں گی۔" اس نے ضد کی تو مما اور راحت حیران رہ گئیں۔

عین اسی وقت شازینہ کا فون آ گیا۔ وہ اس کے گھر آ رہی تھی۔ وقتی طور پر میشل نے گھر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اس کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔

راحت اور مما چلی گئیں۔ شازینہ آ گئی تھی اس کا دل کش سراپا اور نفیس سا لباس چہرے سے پھوٹتی چمک سب مل کر اس کی اندرونی خوشی کو ظاہر کر رہے تھے۔

"لگتا ہے قارون کا خزانہ پا لیا ہے تم نے؟" میشل نے اسے پاس ہی بٹھا لیا۔

"ہاں خزانہ ہی سمجھو کیونکہ شہرام کا خطرہ جو ہر وقت تلوار کی طرح میرے سر پہ لٹکتا رہتا تھا۔ ختم ہو گیا ہے۔" وہ محتاط لہجے میں بولی۔

"یہ سب کیسے ہوا؟"

"میں نے ہمت سے کام لیا۔ پہلے تو شہرام کے آگے سختی سے ڈٹی رہی' پھر اس کے گھر چلی گئی۔ اور سب کچھ اس کی والدہ کو بتا دیا۔ وہ اچھی خاتون ہیں' پھر میرے آنسوؤں نے ان کے دل پہ گہرا اثر کیا۔ وہ بھی تو ایک عورت ہیں نا' میرا دکھ کیسے نہ سمجھتیں۔ شہرام کو نہ جانے انھوں نے کس طرح قائل کیا کہ پھر اس نے مجھے تنگ نہیں کیا۔ اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ مزید تعلیم کے لیے ملک سے باہر جا رہا ہے۔ اس واقعے کے بعد اللہ کے وجود پہ میرا یقین پختہ ہو گیا ہے۔ میں نے اس سے رابطہ کرنا سیکھ لیا ہے۔"

پھر وہ ذرا توقف کے بعد شرماتے ہوئے بولی۔

"دو دن پہلے میں عاصم کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تھی' میری رپورٹ پازیٹو آئی ہے۔" اس سمے وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ میشل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی شازینہ ہے جو اس سے کہتی آئی تھی۔

"عورت چاہے تو مرد سے کیا کچھ نہیں کروا سکتی' اب یہی شازینہ خود ایک مرد کی محکومی اور غلامی میں خوش اور مطمئن نظر آ رہی تھی۔ بڑے بڑے ... کرنے والی شازینہ ایک عام سی شکل و صورت ... کے ساتھ کتنی مطمئن تھی۔

"شازی! تم نے میری راہ کیوں کھوٹی کی۔ اپنے نظریات سے مجھے بہکایا نہ میں ادھر کی رہی نہ ادھر کی۔ میں نے روز اول ہی تمہارے مشورے پر عمل کرتے ہوئے معاذ کو اپنے اشارے کا غلام ... تھا۔ اس نے میرے سارے نخرو ناز کو میرے ... دیا۔ میرے قرب' میرے حسن نے اسے بالکل نہیں پگھلایا۔ اس نے مجھے خود تک رسائی حا... کرنے ہی نہیں دی۔ میرے سارے ہتھیار ... ٹھہرے۔ اس نے مقابلے کے بغیر ہی مجھے ہرا دیا۔"

"سوری میشل! میں اس وقت تمہاری طرح ... وقوف تھی عاصم کی قربت میں میرے خیالات ... بدل گئے ہیں۔ عاصم کی پسند میں ڈھل کر میں نے ... کے دل تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ تم بھی ایسا کر ... ہو۔"

"بہت مشکل ہے' میں نے براہ راست اس کی ... اپنے پاؤں تلے روندنا چاہا تھا۔ معاذ کے نزدیک ... عزتِ نفس اور ذات کا غرور ہی سب کچھ ہے۔"

"اسے باور کراؤ کہ اس کی انا' عزتِ نفس اور ذ... کا غرور تمہارے نزدیک بھی اتنا ہی اہم ہے۔ مجھے یقین ہے' وہ تمہاری زبان سے یہ جملہ سننے کو بے تاب ہو گا۔"

"کون سا جملہ..." وہ بے قراری سے بولی۔

"یہی کہ تم اب بھی اس سے محبت کرتی ہو' پہلے سے بھی شدید۔" شازینہ کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔

"تھینکس شازی! اب میرے دل میں نئی امید نے جنم لیا ہے۔"

جواباً شازینہ نے محبت سے اس کا ہاتھ دبایا۔

❁ ❁ ❁

دن بے حد طویل ہو گئے تھے۔ لمبی لمبی سنسان ...

اس کے حوصلے کی دیواروں کو ڈھانے پہ تل گئی تھیں۔ امید، مایوسی میں بدل رہی تھی۔ صدیقہ بیگم نے اس کے لیے اپنی پسند سے گرمیوں کے کپڑے بنوائے تھے۔

عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد صدیقہ بیگم سو گئیں۔ جواد صاحب چہل قدمی کے لیے قریبی پارک تک گئے ہوئے تھے۔ واپس آکر خود بھی سونے کے لیے چلے گئے۔ میشل نے اندھیرے میں ڈوبے درو دیوار کا جائزہ لیا۔ صرف اس کے کمرے میں زیرو پاور کی لائٹ جل رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی اور سکون تھا' اس کے سامنے ڈھیروں کیسٹیں پڑی تھیں۔ اپنے اندر اترتے سناٹے سے وہ بری طرح وحشت زدہ ہوئی۔ گل اور معاذ دونوں پرانی موسیقی کے دلدادہ تھے' جب کہ میشل دھوم دھڑکے والے گانے سنتی تھی۔ اس وقت اس نے معاذ کی ایک پسندیدہ کیسٹ نکال کر ٹیپ ریکارڈر میں لگادی۔ کمرے میں چھائی خاموشی کا طلسم یکدم ٹوٹ گیا۔

تم سے مل کر
مجھے اکثر یہ گماں ہوتا ہے
خواب جیسی کہیں اپنی یہ ملاقات نہ ہو
جس قدر ناز کروں
خود پہ میں اتنا کم ہے
بہت مہرباں ہیں آج کل مجھ پہ یہ بانہیں تیری
مجھے لگتا ہے پھر بھی یہ ڈر کہیں بدل جائیں نہ راہیں تیری
تجھ سے مل کر مجھے اکثر یہ گماں ہوتا ہے

اس کو یوں لگا جیسے گلوکار اسے چڑا رہا ہو۔ اس نے ٹیپ ریکارڈر آف کردیا۔ کمرے میں سناٹا نئے سرے سے در آیا۔

❁ ❁ ❁

صدیقہ بیگم اور جواد حسن دونوں عمرے کے لیے تیاری کررہے تھے' جب جون کی ایک تپتی صبح راحت نے ایک صحت مند بچی کو جنم دیا۔ لیبر روم کے باہر خاور کی بے قراری دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ مما نے فون پہ میشل کو اطلاع دی تو وہ اسی وقت صدیقہ بیگم کے ساتھ ہاسپٹل پہنچ گئی۔

خاور نے چند گھنٹے کی بچی کو بڑے مزے سے گود میں لیا ہوا تھا۔ سب کے مسکراتے فقروں کا وہ نشانہ بنا ہوا تھا۔ میشل نے بچی کو بھائی کی گود سے لے لیا۔

"اف کتنی پیاری ہے' اس کے رخسار کتنے پھولے پھولے اور نرم سے ہیں۔" اس نے اس گڑیا کے رخساروں پہ محبت بھرا بوسہ دیا۔

"ماں بننے میں جلدی کی آپ نے۔ پر اچھا ہی کیا۔" میشل نے راحت کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھا۔

"تم کیوں دیر کررہی ہو؟" راحت ادھار رکھنے کی قائل نہیں تھی۔

"معاذ بہت چاہتا ہے تمہیں۔ گل کی شادی پہ یہ سوال میں نے اس سے بھی کیا تھا' کہہ رہا تھا میشل بہت نازک سی ہے۔ میں اتنی جلدی اس پہ ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا۔"

میشل کی آنکھیں جلنے لگیں وہ اس کے کمرے سے باہر آگئی۔

❁ ❁ ❁

وہ صدیقہ بیگم اور جواد انکل کے ضروری سامان کی پیکنگ کرا چکی تھی۔ انہیں شام کی فلائٹ سے سعودی عرب کے لیے روانہ ہونا تھا۔

معاذ ایئرپورٹ پر ہی والدین سے ملا۔ اس کی اچانک آمد میشل کے لیے بالکل غیر متوقع تھی۔ چند ہفتے کہہ کر جانے والا چار ماہ بعد لوٹا تھا۔ اسے اس کے آنے کے بارے میں بالکل معلوم نہیں تھا۔ گل اور افشاں ایئرپورٹ سے ہی گھر کے لیے واپس ہوگئیں۔

"میرے بغیر کیسے دن گزرے؟" معاذ نے فریش ہو کر اس سے پوچھا۔ میشل کا جی چاہا کہے "بہت بور' پھیکے اور بے رنگ" اس نے جواب دینے کے بجائے اس سے سوال کردیا۔

"آپ کا وقت کیسا گزرا؟"

"بہت اچھا' خود کو پہلے سے زیادہ فٹ محسوس کررہا ہوں۔ تمہارے سامنے ہوں۔ دیکھ لو۔" اس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

وہ اس کی طرف دیکھنے سے ہی ڈر رہی تھی۔ اسے یقین تھا معاذ اس کی چوری پکڑ لے گا اور اس کی نگاہ پلٹ کر واپس آنے سے انکار کردے گی۔ ایسا ہی ساحر تھا وہ۔

"میں کھانا لگا رہی ہوں' آپ ہاتھ دھو کر آجائیں۔" وہ نگاہ چراتے ہوئے پلٹ گئی۔

"دن بہ دن سگھڑ خاتونِ خانہ بنتی جارہی ہو۔" نوالہ منہ میں رکھتے ہی اس نے تعریفی فقرہ کہا۔

معاذ کھانا کھا رہا تھا۔ میشل خاموشی سے ڈائننگ ٹیبل کی چمکتی ہموار سطح پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کا مخروطی سفید ہاتھ کیوٹکس سے بے نیاز تھا۔ چہرا میک اپ سے مبرا صاف ستھرا تھا' ہاں آنکھوں میں کاجل کی تحریر ضرور پڑھی جارہی تھی۔ یہ وہ میشل تو نہیں لگ رہی تھی جسے معاذ نے پہلی بار دیکھا تھا۔

اس کی جھکی آنکھوں میں شکست خوردگی واضح تھی۔

ٹیبل سمیٹ کر اس نے معاذ کے کپڑے بیگ سے نکال کر الماری میں رکھے۔

"تمہیں یہ کام' میرا مطلب ہے یہ گھٹیا کام کرتے ہوئے کوفت نہیں ہوتی؟"

کافی دیر سے وہ اسے خاموشی سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اچانک پیچھے سے آکر بولا تو وہ ڈر سی گئی۔

"جی نہیں' اب میں عادی ہوگئی ہوں۔" اس مشکل پسند مرد کو اس نے آسان سا جواب دے کر اپنے تئیں لاجواب کرنا چاہا۔

"یہ صرف عادت ہے یا۔۔۔؟" وہ کہتے کہتے رک گیا' میشل نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ پھر نظریں جھکا کر بولی۔

"آپ کا کیا اندازہ ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں' اپنے دل کا حال تو تم ہی بتا سکتی ہو۔"

"دل بھٹک بھی تو سکتا ہے۔"

"عقل ہمراہ ہو تو دل نہیں بھٹکتا۔"

معاذ برجستہ بولا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"اور میں خود' کیا میں غلط ہوں؟" اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

وہ وہیں سے باہر نکل گئی اور وہ برآمدے میں سیڑھیوں پر دھرے گملوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔ چاند بہت روشن تھا۔ ہوا بالکل رکی ہوئی تھی۔ کیاریوں میں کھلے انواع و اقسام کے پھولوں کی خوشبو فضا میں گھلی محسوس ہورہی تھی۔

معاذ نے ٹی وی لگایا ہوا تھا۔ آواز باہر تک آرہی تھی۔ اس کے دھیان کا تسلسل بار بار ٹوٹ رہا تھا۔

اسے وہاں بیٹھے کافی دیر گزر چکی تھی۔ دل میں امید سی تھی کہ ابھی معاذ اسے ڈھونڈتا ہوا آئے گا۔ کیونکہ اندر سے ٹی وی کی آواز ابھی تک آرہی تھی۔

کافی دیر گزر گئی تو مایوس قدموں سے وہ اندر آئی اور ٹی وی لاؤنج میں جھانکا۔ معاذ صوفے پہ کشن بازوؤں میں دبائے جانے کب سوچکا تھا۔ ٹی وی اسی طرح چل رہا تھا۔ نیچے کارپٹ پہ تمام کشن بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے سب کشن اپنی اپنی جگہ پہ رکھے۔ ٹی وی آف کردیا تب بھی معاذ کی نیند میں کوئی خلل نہیں پڑا۔ سونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کافی تھکا ہوا ہے۔

"کیا میں انہیں جگادوں تاکہ سکون سے اپنے بستر پہ جاکر سو جائیں۔"

معاذ کے کندھے کی طرف اس کا بڑھتا ہاتھ وہیں رک گیا۔

اس کی بولتی نگاہیں محوِ خواب تھیں۔ ٹی شرٹ کے اوپری تمام بٹن کھلے ہوئے' سر کے بکھرے بال اور مضبوط بازوؤں میں جکڑا کشن' اسے جانے کیا ہوا تھا۔ اس نے معاذ کی گرفت سے وہ کشن کھینچ کر نکالا تھا۔ معاذ اچانک اٹھ بیٹھا میشل اپنی جھونک میں کشن سمیت صوفے کے پاس گر سی گئی۔

معاذ کی خمار آلود نیند کے بوجھ سے سرخ آنکھیں

سوالیہ انداز میں اس کی طرف اٹھی تھیں۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"دراصل میں، میں آپ کو جگا رہی تھی۔"

"کیا انداز ہے کشن بے چارے پہ یوں مشق ستم کیا ہے جیسے میری محبوبہ ہو۔"

معاذ نے جانے اسے کیا باور کروایا تھا۔ وہ اٹھ کر اندر گیا تو مشعل بھی اس کے پیچھے آئی۔ "پورا گھر خالی ہے جہاں مرضی آئے سو جاؤ۔" وہ دروازہ بند کرنا چاہ رہا تھا۔

"آپ کے علاوہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ مجھے ڈر لگے گا۔" وہ لجاجت سے بولی۔

"جب تمہیں یہاں سے جانا ہے تو پھر خوامخواہ یہ......"

وہ اس کی ادھوری بات کا مطلب جان گئی تھی۔

"میں یہاں سے کہیں نہیں جانا چاہتی۔" اس نے تمام تر جھجک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ کیوں...... اب تم یہاں سے کیوں نہیں جانا چاہتیں۔ اس اچانک تبدیلی کا سبب معلوم کر سکتا ہوں۔ کل تک تو تم آزادی کے لیے بے چین تھیں۔ میری منتیں کر رہی تھیں۔ میری شکل سے تمہیں نفرت تھی۔ مگر تمہارا مطالبہ میں بھولا نہیں ہوں۔ اس وقت رات ہے ورنہ میں تمہیں ابھی چھوڑ آتا۔" معاذ کے لہجے میں کمال کی بے نیازی تھی۔

"آپ سا بے حس شخص شاید ہی اس دنیا میں کوئی دوسرا ہو۔ آپ سب کچھ جان کر بھی انجان بننے کی اداکاری کر رہے ہیں۔ آپ کا دل جیتنے کے چکر میں... میں... میں... خود... کو... ہار... چکی ہوں۔ میں آپ کو سچ مچ محبت سے جیتنا چاہتی ہوں۔ مگر مجھے پتا ہے میں آپ کا دل نہیں جیت سکتی۔ میں آپ کے معیار تک نہیں پہنچ سکتی۔ کاش! میں آپ سے نہ ملی ہوتی۔ آپ کو نظر انداز کر دیا ہوتا۔ آپ کو ہرانے کا عہد نہ کیا ہوتا... تو... تو..." اس نے آنسوؤں کی روانی میں بلا سوچے سمجھے تھکے ہارے انداز میں اپنی شکست کا اعتراف کر ہی لیا تھا۔

"کیوں نہ مجھے ملی ہوتیں، کیوں نہ مجھے نظر انداز کر دیا ہوتا، کیوں نہ مجھے ہرانے کا عہد کیا ہوتا۔ اگر یہ سب نہ ہوتا تو تم مجھے کیسے ملتیں۔ میرے آئیڈیل کے روپ میں کیسے ڈھلتیں۔" معاذ کا گمبھیر لہجہ بہت بامعنی تھا۔

"خاور کی بے وقوف اور لاڈلی بہن مجھے پہلی ہی ملاقاتوں میں اچھی لگنے لگی تھی۔ بس اس کے دماغ کی جھاڑ پونچھ اور پالش کی ضرورت تھی۔ تب ہی تمہیں اسلام آباد لے گیا تھا۔ تاکہ دیکھوں، تم کیا کچھ کر سکتی ہو۔ اس سلسلے میں مجھے خاور اور آنٹی کا اعتماد بھی حاصل تھا۔ ان چار مہینوں کے دوران مجھے انہوں نے کئی بار فون کر کے واپسی کا کہا کہ میری بچی تمہارے بغیر بہت اداس ہو گئی ہے۔ میں اپنے ظرف اور تمہاری محبت کا امتحان لے رہا تھا۔

میرا خیال تھا تم سدھرنے میں کافی ٹائم لو گی۔ مگر میرا خیال تم نے غلط ثابت کر دیا ہے۔"

معاذ اسے بازوؤں کے گھیرے میں لے کر کمرے میں آ گیا اور دراز کھولنے لگا۔ نیلے مخملیں کیس کے اندر نفیس سا بریسلٹ تھا۔

"یہ میں نے تمہارے لیے خریدا تھا مگر گیارہ ماہ بعد دینے کی نوبت آئی ہے۔"

"اب بھی نہ دیتے۔" وہ معاذ کے ہاتھ سے بریسلٹ پہنتے ہوئے قدرے خفگی سے دیکھ رہی تھی۔

"کیوں نہ دیتا...... تم ہار کر بھی جیت گئیں، انعام تو ملنا تھا نا۔" یہ اعتراف اس کے اندر تک سرشاری دوڑا گیا تھا اور وہ معاذ کے کندھے پر سر رکھ کر اپنی ہار پہ نازاں تھی۔